بالوں کے شرعی احکام

مؤلف

احقر العباد محمد خالد حنفی

فاضل جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ

کتاب کا نام : بالوں کے شرعی احکام
مؤلف : احقر العباد محمد خالد حنفی
سن اشاعت :
تعداد :
قیمت :
کمپوزنگ : ابوحنیفہ
پبلشرز :
رابطہ نمبر : ۰۳۳۷۹۷۳۵۵۷۴

ملنے کا پتہ
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
آفتاب اسٹیشنری مین بازار مچھ بولان بلوچستان

فہرست مضامین

نمبر شمار | صفحات

داڑھی کا بیان

مونچھوں کا بیان

بالوں کا بیان

خضاب لگانے کا بیان

عرض مرتب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاۃ و السلام علی سیدنا شفیعنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ أجمعین.

اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے آخری اور مکمل دین جو نوع انسانی کے لئے پسند فرمایا ہے وہ اسلام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً. [سورۃ مائدہ آیت ۳]

ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اسلام میں دیگر شعبہا ء زندگی کی طرح انسانی جسم کے تمام بالوں کے متعلق بھی واضح احکامات موجود ہیں۔ سر کے بال وغیرہ غرضیکہ انسانی جسم میں اگنے والے تمام بالوں سے متعلق الگ الگ احکامات موجود ہیں ان کی پابندی ہر مومن مرد و عورت کیلئے ضروری ہے لیکن موجودہ دور میں دیگر احکامات شرعیہ کی طرح بالوں کے متعلق بھی انتہائی غفلت برتی جارہی ہے۔ لہذا خیال ہوا کہ بالوں کے متعلق تمام مسائل کو قرآن و حدیث اور فقہ کی معتبر و مستند کتابوں سے اخذ کر کے یکجا کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کیلئے مسائل کو تلاش کرنا ان پر عمل کرنا آسان ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ کام مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازیں، اور آخرت کے لئے نجات کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

بندہ محمد خالد حنفی/ ۵/۷/۲۰۲۱

ضروری گزارش

حضرات علماء کرام اور معزز قارئین کی خدمت میں نہایت ہی عاجزانہ گزارش ہے کہ الحمد للہ اس کتاب میں تصحیح و تخریج کی پوری کوشش کی گئی ہے، تاکہ ہر بات مستند اور باحوالہ ہو، پھر بھی اگر کہیں مضمون یا حوالہ جات میں کمی بیشی یا اغلاط وغیرہ نظر آئیں تو ازراہ کرم مجھے ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں وہ غلطی دور کی جائے۔

بندہ محمد خالد حنفی

رابطہ نمبر: ۰۳۳۷۹۷۳۵۵۷۴

ڈاڑھی کا بیان

ڈاڑھی کی اہمیت وتاکید پر احادیث وروایات

سب سے پہلے ڈاڑھی رکھنے کی اہمیت وتاکید کے بارے میں چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہے۔

ڈاڑھی رکھنا فطرت میں داخل ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عن عائشةؓ قالت: قال: رسول اللہ ﷺ عشرة من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية والسواک واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانة وانتقاص الماء. قال زکریا قال: مصعب ونسيت العاشرة الا أن تكون المضمضة. زاد قتيبة قال: وكيع انتقاص الماء يعني الاستنجاء. (رواه مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ح: ۱۲۵، رقم: ٦٠٤، ط، دار السلام رياض)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ مونچھیں کتروانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخنوں کا کاٹنا، جوڑ دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، پانی سے استنجاء کرنا۔ مصعب روای بیان کرتے ہیں کہ دسویں چیز کیا تھی میں بھول گیا، شاید وہ کلی کرنا ہو۔ قتیبہ نے وکیع کے حوالے سے کہا کہ انتقاص الماء سے مراد پانی سے استنجاء کرنا ہے۔

تشریح: "عشر من الفطرة" یعنی ان انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام والتسلیم کی سنت میں سے دس صفات اور عادات ہیں جن کی پیروی کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، گویا کہ ہم اس پر پیدا کئے گئے ہیں۔ اکثر علماء سے عشر من الفطرة کی یہی تشریح منقول ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿واذ ابتلی ابراهم ربه بكلمت﴾ [البقرة: ۱۲٤] میں مراد ہے (کلمات سے یہی دس طریقے مراد ہیں) اور بعض نے کہا ہے کہ مراد (فطرت سے) وہ سنت ہے کہ کہ جس کو بطور دین اپنانے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، یا لوگوں کو اس پر پیدا کیا گیا اور ان کی عقلوں میں اس کا اچھا ہونا فطرۃً ودیعت رکھ دیا گیا، اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے۔ یا عشر من الفطرة سے عشر من توابع مراد ہے یعنی یہ دین کی پیروی کرنے والوں کی دس صفات ہیں۔ فطرۃ سے مراد دین ہے اور مضاف توابع محذوف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فطرت اللّٰه التی فطر الناس علیها﴾ [الروم: ۳۰] "یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ دین جس کو مخلوق میں سب سے پہلے آدمی کیلئے اللہ تعالیٰ نے پسند کیا"۔

بعض نے کہا ہے کہ عشر من الفطرة کا معنی یہ ہے کہ یہ دس کام ان انبیاء کی سنت ہیں جن کی اقتداء کا ہمارے نبی پاک ﷺ کو حکم دیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿فبهدٰهم اقتده﴾ [الانعام: ۹۰] اور اسی طرح ﴿ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا﴾ [النحل: ۱۲۳] "سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیے"۔ یعنی آپ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر جو ایک طرف کے ہو رہے تھے چلیے"۔ یہ تشریح بھی پہلے قول کی طرف راجع ہے(۱)۔ (مرقاۃ المفاتیح مترجم، ج: ۲، ص: ۱۳۹، ط، مکتبہ رحمانیہ)

---

(۱) في المرقات: (وعن عائشة قالت: قال رسول اللہ ﷺ: عشر=

فائدہ: اس حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے کو فطرت بتلایا گیا ہے، اور فطرت ان چیزوں کو کہا جاتا ہے کہ انسان کی طبیعت سلیمہ پیدائشی طور پر ان کو پسند اور قبول کرتی ہو اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی طبیعت سب سے زیادہ سلامتی والی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان امور کو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی لازماً اختیار اور پسند کرتے ہیں، اس لئے امور فطرت ایسے کاموں کو بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ جن پر تمام انبیاء اور رسولوں کا عمل ہو اور جو سب کا متفق علیہ طریقہ ہو اور ساتھ ہی ہم کو ان پر عمل کرنے کا بھی حکم ہو۔

= من الفطرة) أى عشر خصال من سنة الأنبياء الذين أمرنا أن نقتدى بهم فكأنا فطرنا عليها كذا نقل عن أكثر العلماء، وهذه هى المراد من قوله تعالى: ﴿وإذ ابتلى ابراهيم ربه بكلمت﴾ [البقرة: ۱۲۴] وقال بعضهم: هى السنة التى فطر ابراهيم عليه الصلاة والسلام على التدين بها، أو فطر الناس عليها وركب فى عقولهم استحسانها وهذا أظهر، أو من توابع الدين. والفطرة الدين والمضاف محذوف، قيل: وهذا أوجه، قال تعالى: ﴿فطرة الله التى فطر الناس عليها﴾ [الروم: ۳۰] أى دين الله الذى اختاره لأول مفطور من البشر، وقيل: أى من سنة الأنبياء الذين أمرنا نبيناﷺ باتباعهم والاقتداء بهم ﴿فبهداهم اقتده﴾ [الانعام: ۹۰] ﴿وأن اتبع ملة ابراهيم حنيفا﴾ [النحل: ۱۲۳] وهذا يرجع الى القول الأول. (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب السواك، ج: ۲، ص: ۸٤، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ڈاڑھی بڑھانے کو فطرت اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کی فطرت اور پیدائش میں داخل ہے، یعنی انسان کی فطرت سلیمہ (سلامتی والی فطرت) ڈاڑھی رکھنے کا تقاضا کرتی ہے، اور جب فطرت کے ساتھ شریعت کا بھی حکم ہو تو اس کی تاکید اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

نیز حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے کو فطرت بتلایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی چھوٹی یا بالفاظ دیگر خشخشی ڈاڑھی رکھنا فطرت اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ نہیں ہے۔ (ڈاڑھی کا شرعی حکم، ص: ۱۵، ط، ادارہ غفران راولپنڈی)

ڈاڑھی منڈانا، مونچھیں بڑھانا غیروں کا طریقہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قال: قصوا الشوارب واعفوا اللحى، ولاتمشوا فى الاسواق الا عليكم الازر، انه ليس منا من عمل بسنة غيرنا. (المعجم الكبير للطبراني، ج: ۱۱، ص: ۱۵۲، رقم: ۱۱۳۳۵، ط، مكتبه ابن تيميه القاهرة)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مونچھوں کو کٹاؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور بازاروں میں بغیر تہبند کے (یعنی ستر کھول کر) نہ چلو، بیشک جس نے ہمارے غیروں کے طریقہ پر عمل کیا، وہ ہم میں سے نہیں۔

نیز صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

جزوا الشوارب وارخوا اللحى خالفوا المجوس.

ترجمہ: یعنی مونچھیں کٹاؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ان روایات کے مثل اور بہت سے روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوس اور مشرکین اس زمانے میں داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے۔ جیسا کہ آج عیسائی قوم کررہی ہے۔(داڑھی منڈانا گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مذاق اُڑانا کفر ہے، ص:۷۸، ط، مکتبہ حکیم الامت کراچی)

داڑھی بڑھانے کا حکم

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انھکو الشوارب واعفوا اللحی۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مونچھیں خوب کتروالیا کرو اور داڑھی چھوڑ دو، بڑھاؤ۔

حدیث پاک میں اعفوا صیغہ امر ہے معلوم ہوا کہ داڑھی بڑھانا واجب ہے داڑھی مونڈانا حرام ہے داڑھی مونڈانے والا داڑھی چور بلاشبہ فاسق ہے۔(نصر الباری، باب اعفاء اللحی، ج:۱۱، ص:۷۸، ط، مکتبۃ الشیخ کراچی)

حضرت ابوہریرۃؓ سے مسلم اور ابوعوانہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ جزوا الشوارب وأرخوا اللحی خالفوا المجوس۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

حضرت ابوامامہؓ سے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے:

عن أبی أمامة قال قلنا یا رسول اللّٰہ ان أھل الکتاب یقصون عثانینھم ویوفرون سبالھم، فقال النبی ﷺ قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا أھل الکتاب.

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اہل کتاب اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں لمبی کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

ان مذکورہ احادیث کی روشنی میں علمائے امت داڑھی کی مشروعیت اور اس کے وجوب پر متفق ہیں، نیز اس بارے میں بھی متفق ہیں کہ اس کا منڈانا حرام ہے۔(اعلام الفتیہ باحکام اللحیہ، ص:۷تا۹، ط، دار الکتاب الاسلامی الہند)

داڑھی منڈانا حرام ہے

شریعت مطہرہ نے مردوں پر داڑھی رکھنے کو واجب اور لازم قرار دیا ہے اور اس کی کم از کم حد طولاً وعرضاً ایک مشت ہے، یعنی داڑھی ایک مشت سے کم کرنا ناجائز ہے، یہ ائمہ اربعہ کا متفقہ اور مسلمہ حکم ہے۔ ایک مشت سے پہلے داڑھی کاٹنے والا یا چھوٹی رکھنے والا فاسق ہے۔

لہٰذا فقہاء ائمہ اربعہ کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

مذہب احناف:

فی الدر المختار: لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، ولذا یحرم

على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج: ۹، ص: ۵۸۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفيه أيضاً: بقدر المسنون وهو القبضة، وصرح في النهاية بوجوب قطع ما زاد على القبضة بالضم، ومقتضاه الاثم بتركه الا أن يحمل الوجوب على الثبوت، وأما الأخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج: ۳، ص: ۳۹۷، ۳۹۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

مذہب مالکیہ: يحرم على الرجل حلق لحيته. (حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، فصل يذكر في أحكام الوضوء، ج: ۱، ص: ۹۰)

(وكذا في مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، كتاب الطهارة، فصل في فرائض الوضوء، ج: ۱، ص: ۳۱۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مذہب شافعیہ: في حاشية الكافية بأن الشافعي رضي الله تعالى عنه نص في الأم على التحريم قال الزركشي وكذا الحليمي في شعب الايمان واستاذه القفال الشاشي في محاسن الشريعة وقال الاذرعي الصواب تحريم حلقها جملة لغير علة بها كما يفعله القلندرية اهـ. (حاشية الشرواني على تحفة المحتاج في شرح المنهاج، كتاب الاضحية، فصل في العقيقة، ج: ۹، ص: ۳۷۶)

مذہب حنابلہ: في مطالب أولي النهي: وحرم الشيخ تقي الدين حلقها..... ولا يكره أخذ ما زاد على قبضته. (مطالب أولي النهي في شرح غاية المنتهي، كتاب الطهارة، فصل سن بداءة بجانب أيمن، ج: ۱، ص: ۸۵)

في الاقناع: واعفاء اللحية، ويحرم حلقها، ولا يكره أخذ ما زاد على القبضة، ولا أخذ ما تحت حلقه. (الاقناع في فقه الامام أحمد بن حنبل، كتاب الطهارة، فصل ويسن الامتشاط، ج: ۱، ص: ۲۰، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کی حد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی کی شرعی حد کیا ہے؟ کیا ایک مشت کے سنت مؤکدہ ہونے پر جملہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ فتویٰ ہے۔ جواب کو فقہ کے ساتھ صحاح ستہ کی کتب سے بھی مدلل کریں۔

دوسرا پہلو یہ کہ عرض میں داڑھی کی شرعی حد کیا ہے، یعنی تحریر کتنی چٹکی کم از کم ہونی چاہئے ہے؟ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ سائڈوں سے باریک سی قطار رکھتے ہیں، لمبائی تو ایک مشت ہی ہوتی ہے مگر اوپر نیچے کی کھال استرے سے صاف کرا دیتے ہیں، اس میں کہاں تک گنجائش ہے، وضاحت فرما کر ذہنی الجھن کو دور فرمائیں۔

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی کی حد کان کے سوراخ کے محاذ پر سر سے ملتی ہوئی جو ہڈی آرہی ہے، وہاں سے شروع ہوتی ہے، وہاں سے شروع ہوکر کے رخساروں کی ہڈی سے ملتی ہوئی جو ہونٹ کے برابر تک پہونچ گئی ہے اور ہونٹوں کے نیچے جو بال ہیں وہ

بھی تقریباً داڑھی میں شامل ہیں، اس لئے اس کے کاٹنے کو فقہاء نے مکروہ و بدعت لکھا ہے۔

ونتف الفنيكين بدعة وهما جانبا العنفقة، وهي شعر الشفة السفلى، كذا في الغرائب. (فتاوى هنديه، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، زكريا قديم ٥/٣٥٨، جديد ٥/٤١٤، شامي، كراچي ٦/٤٠٨، زكريا ٩/٥٨٣، حاشية الطحطاوي على المراقي، دار الكتاب ديوبند ٥٢٦)

اب کان کے سوراخ کے برابر کان کی پٹی سے لے کر نیچے تک چوڑائی میں کیا حد ہے؟ اس کو حضرات فقہاء نے عذار سے تعبیر کیا ہے، عذار نام ہے کنپٹی کی ہڈی سے لے کر چہرے کی سائیڈ کے نیچے تک کے حصہ کا اور اس کی چوڑائی چہرے کی جانب سے رخسار کی ہڈی کے ختم تک اور اوپر نیچے دونوں جبڑے کے اوپر جو کھال ہے، اس کھال سے متصل جو تخت حصہ شروع ہو رہا ہے، یہ پورا داڑھی کا حصہ ہے، رخسار میں ہڈی سے خارج وہ نرم چربی منہ کے کھولنے کی صورت میں دونوں جبڑے کے بیچ میں آجاتی ہے، صرف وہ حصہ داڑھی کی حدود سے خارج ہے، لہٰذا چہرہ کی گولائی کے وقت میں اس حصہ میں جو بال زیادہ بڑھ جائیں، ان کو صاف کرنے کی گنجائش ہے تاکہ چہرہ ایک مناسب انداز سے خوبصورت معلوم ہو اور یہ سمجھنا غلط ہے کہ کان کے سوراخ کے محاذ سے ایک باریک سی دھاری نیچے تک لے جائی جائے، تو داڑھی کا فریضہ مکمل ہو جائے گا، یہ داڑھی کے لئے کافی ہے، بلکہ اس کی چوڑائی اچھی خاصی ہے، جو داڑھ کے نیچے کے حصہ سے رخسار کے سامنے کی ہڈی تک کسی کے دو انگل چوڑی کسی کی ڈھائی تین انگل چوڑی ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو خود ہی محسوس ہو جاتا ہے کہ داڑھی کی گولائی مناسب انداز کی ہے، اس حد کے متعین کرنے میں فقہاء نے

اچھی خاصی بحث کی ہے، مختصر سے عبارت حسب ذیل ہے۔

العذار ان كما في لسان العرب جانبا اللحية وكان الفقهاء أكثر تحديداً للعذار (الى قوله) بأنه الشعر النابت على العظم الناتي المحاذي لصماخ الأذن يتصل من الاعلىٰ بالصدغ ومن الأسفل بالعارض الى قوله بأن العذار جزء من اللحية وعليه فتنطبق عليه أحكامها. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٥/ ٢٢٢)

ایک مشت داڑھی رکھنا اہل سنت والجماعت کا متفقہ فتویٰ ہے، جن کتابوں میں ایک مشت داڑھی سنت کہا گیا ہے، وہ اس لئے کہا گیا ہے کہ حدیث سے ثابت ہے، ورنہ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت سے کم کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث پاک میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے امر کے صیغہ کے ساتھ مونچھ کو کاٹنے اور داڑھی کو بڑھانے کا حکم فرمایا ہے اور صیغۂ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته، فعلم من ذلك أن ما يفعله بعض من لا خلاق له في الدين من المسلمين في الهند، والأتراك حرام. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة قديم ١/٣٣، جديد دار البشائر الاسلامية بيروت ١/ ٣٣٦)

عن ابن عمر عن النبي ﷺ أنه أمر باحفاء الشوارب، واعفاء اللحية. (مسلم شريف، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ١/ ١٢٩، بيت الأفكار رقم: ٢٥٩، سنن الترمذي، أبواب الأداب، باب ماجاء في اعفاء اللحية، النسخة الهندية ٢/ ١٠٥، دار السلام رقم: ٢٧٦٣، سنن

النسائي، باب احفاء الشارب، واعفاء اللحیٰ، النسخة الهندية ١ / ٤، دار السلام رقم: ١٥) فقط واللّٰه سبحانه وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی قاسمیہ، ج: ٢٣، ص: ٦٢٥ تا ٦٢٧)

ڈاڑھی کے بالوں کی لمبائی میں شرعی مقدار

کئی صحیح اور صریح احادیث میں مرد حضرات کو ڈاڑھی بڑھانے کا حکم آیا ہے۔ جن کے پیش نظر بعض اہل علم حضرات نے کسی بھی مقدار پر ڈاڑھی کاٹنے کو پسند نہیں کیا، لیکن اس سلسلہ میں راجح یہ ہے کہ ایک مٹھی کے بقدر ڈاڑھی ہو جانے کے بعد زائد مقدار کے بالوں کو کاٹنا صحابۂ کرام اور تابعین عظام سے ثابت ہونے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ بہتر اور بعض کے نزدیک سنت ہے، اور زائد بالوں کو اپنے حال پر چھوڑے رکھ کر ڈاڑھی کا غیر معمولی لمبا کر لینا پسندیدہ نہیں (۲)۔ (ڈاڑھی کا شرعی حکم، ص: ۲۱۰، ۲۱۱، مطبوعہ ادارہ غفران راولپنڈی)

---

(۲) في الموسوعة الفقهية: الأخذ من اللحية: ذهب بعض الفقهاء، منهم النووی الی أن لایتعرض للحية، فلایؤخذ من طولها أو عرضها لظاهر الخبر في الأمر بتوفيرها، قال: المختار تركها على حالها، وأن لايتعرض لها بتقصير ولا غيره.

وذهب آخرون منهم الحنفية والحنابلة الى أنه اذا زاد طول اللحية عن القبضة يجوز أخذ الزائد، لما ثبت أن ابن عمر رضى اللّٰه عنهما كان اذا حلق رأسه في حج أو عمرة أخذ من لحيته وشاربه، وفي رواية

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ڈاڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے اور ایک مشت سے بہت زائد لمبی ڈاڑھی رکھنا جیسا کہ بعض غیر مقلدین رکھتے ہیں، یہ احادیث اور سنت کے خلاف ہے ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ کر گولائی میں کرنا ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کی روایت سے ثابت ہے، جو درج ذیل ہے۔

"كان اذا حج أو اعتمر قبض على لحيته، فما فضل أخذه".

قال ابن حجر: الذى يظهر أن ابن عمر كان لايخص هذا بالنسک بل كان يحمل الأمر بالاعفاء على غير الحالة التى تتشوه فيها الصورة بافراط طول شعر اللحية أو عرضه.

قال الحنفية: ان أخذ ما زاد عن القبضة سنة، جاء في الفتاوى الهندية: القص سنة فيها، وهو أن يقبض الرجل على لحيته، فان زاد منها عن قبضته شئ قطعه، كذا ذكره محمد رحمه اللّٰه عن أبي حنيفة، قال: وبه نأخذ. (الموسوعة الفقهية، مادة "لحية" ج: ٣٥، ص: ٢٢٤، ٢٢٥)

في الاختيار: قال محمد عن أبي حنيفة: تركها حتى تكث وتكثر والتقصير فيها سنة، وهو أن يقبض الرجل لحيته فما زاد على قبضته قطعه لأن اللحية زينة وكثرتها من كمال الزينة وطولها الفاحش خلاف السنة. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهية، ج: ٤، ص: ١٦٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

عن ابن عمرؓ عن النبیﷺ قال: خالفوا المشرکین، ووفروا اللحی، واحفوا الشوارب، وکان ابن عمر اذا حج، أو اعتمر قبض علی لحیته فما فضل أخذه. (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب تقلیم الأظفار ۲/ ۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف: ۵۸۹۲)

وقد روی عن أبی هریرۃؓ ایضاً أنه کان یقبض علی لحیته فیأخذ ما فضل عن القبضة. (هامش الترمذی ۲/ ۱۰۵)

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده، أن رسول اللهﷺ کان یأخذ من لحیته من طولها وعرضها. (سنن الترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی الأخذ اللحیة، النسخة الهندیة ۲/ ۱۰۵، دار السلام رقم: ۲۷۶۲)

عن الحسن قال: کانوا یرخصون فیما زاد علی القبضة من اللحیة: أن یوخذ منها. (مصنف ابن أبی شیبة، مؤسسة علوم القرآن بیروت ۱۳/ ۱۱۲، رقم: ۲۵۹۹۵)

عن أبی هریرۃؓ: أنه کان یأخذ من لحیته ما جاز القبضة. (مصنف ابن أبی شیبة ۱۳/ ۱۱۳، رقم: ۲۵۹۹۹)

أنه ورد فی السنة اصلاح اللحیة بما یزید علی القبضة. (اوجز المسالك، دار القلم بیروت ۸/ ۱۳۵) فقط واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی قاسمیه، ج: ۲۳، ص: ۶۴۷، ۶۴۸، ط، مکتبه اشرفیه دیوبند)

داڑھی میں گرہیں لگانا یا چڑھانا

قال (رُویفع بن ثابت رضی الله عنه) قال لی رسول اللهﷺ قال: یا رویفع! لعل الحیاة ستطول بک بعدی، فأخبر الناس أنه من عقد لحیته أو تقلد وتراً أو استنجی برجیع دابة أو عظم، فان محمداً بریٔ منه. (ابو داؤد، رقم الحدیث: ۳۶)

حضرت رویفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا اے رویفع! شاید تم زیادہ عمر پاؤ میری وفات کے بعد تم لوگوں تک میرا پیغام پہنچا دینا کہ جس شخص نے داڑھی میں گرہ باندھی یا گھوڑے وغیرہ کے گلے میں تانت کا گھیرا ڈالا یا جانور کے پاخانہ سے یا ہڈی سے استنجاء کیا تو اللہ کے رسول محمدﷺ اس سے بیزار ہیں۔

قوله: "من عقد لحیته الخ" یعنی جو شخص گرہ لگائے اپنی داڑھی میں، گرہ لگانے کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ داڑھی کو چڑھانا اور اس کو گھونگریالا بنانا، آپ نے اس سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ یہ خلاف سنت ہے مسنون طریقہ تسریح لحیہ ہے یعنی داڑھی کے بالوں کو سیدھا رکھنا اور بعض نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں متکبرین کفار جب جنگ کے لئے جاتے تھے تو داڑھی میں گرہ لگایا کرتے تھے اس سے آپ نے منع فرمایا کیونکہ اس میں تشبہ بالنساء ہے، اور بعضوں نے کہا کہ کفار عرب کی یہ عادت تھی کہ جس کے ایک بیوی ہوتی وہ اپنی داڑھی میں ایک گرہ لگاتا، اور اگر دو بیویاں ہوتیں تو دو گرہ لگاتا۔

فی البذل: (فأخبر الناس أنه من عقد لحیته) قال الأکثرون: هو معالجتها حتی تتعقد وتتجعد، وهذا مخالف للسنة التی هی تسریح

اللحية، وقيل: كانوا يعقدونها في الحرب زمن الجاهلية، فأمرهم عليه السلام بإرسالها، لما في عقدها من التشبه بالنساء، وقيل: كان ذلك من داب العجم أيضاً، فنهوا عنه، وقيل: كان من عادة العرب أن له زوجة واحدة، عقد في لحيته عقدة صغيرة، ومن كان له زوجتان عقد عقدتين، كذا نقله القاري عن الأبهري. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب ماينهى عنه أن يستنجى به، ج: ١، ص: ٢٨٧، رقم: ٣٦، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان/ الدر المنضود، ج: ١، ص: ١٣٩، ١٤٠، ط، مكتبة الشيخ كراچی)

حضرت مولانا مفتی سید سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "داڑھی چڑھانا، ٹھوڑی کے نیچے چھپانا اور گرہیں لگانا، یہ سب چیزیں شرعاً جائز نہیں، داڑھی اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے، اور مؤمن کی خوبصورتی اور زینت ہے، جسے اچھے سے اچھے انداز میں بنانا چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ اپنی داڑھی میں آئینہ دیکھ کر کنگھی کر کے سیدھا کیا کرتے تھے، لہٰذا داڑھی کو چھپانا، چڑھانا یا اُس میں گرہیں لگانا یہ سب اللہ کے نور کو ناپسند کرنے کے قبیل سے ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے"...الخ۔ (کتاب النوازل، ج: ۱۵، ص: ۵۵۶، ۵۵۷)

ریش بچہ اور جانبین کے بال کاٹنے کا حکم

سوال: کیا ریش بچہ یعنی داڑھی کے نیچے کے بال کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز جو بال ریش بچہ کی دونوں جانب میں ہیں ان کا کاٹنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ریش بچہ داڑھی کے حکم میں ہے لہٰذا اس کا کاٹنا درست نہیں ہے۔ نیز دونوں جانب کے بال جن کو فنیکین کہتے ہیں ان کا کاٹنا بھی درست نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو عالمگیری میں ہے:

ونتف الفنيكين بدعة وهما جانبا العنفقة وهي شعر الشفة السفلى كذا في الغرائب. (الفتاوى الهندية: ٥/ ٣٥٨)۔

(وكذا في فتاوى الشامي: ٦/ ٤٠٧، سعيد وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٣٤٢، بولاق)۔

قال الامام النووئ في شرح مسلم: وقد ذكر العلماء في اللحية عشر خصال مكروهة بعضها أشد قبحاً من بعض.... السابعة.... ونتف جانبي العنفقة. (شرح مسلم: ٣/ ١٤٩، دار احياء التراث العربي)

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ کے ریش بچہ میں سفید بال نظر آتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

عن وهب أبي جحيفة السوائي قال: رأيت النبي ﷺ ورأيت بياضاً من تحت شفته السفلى العنفقة. (رواه البخاري، رقم: ٣٥٤٥)

قال العلامة بدر الدين العيني: واللحية تشمل العنفقة. (عمدة القاري: باب صفة النبي ﷺ)۔

وعن أنس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ لم يخضب قط انما كان البياض في مقدم لحيته وفي العنفقة...الخ. (اخرجه احمد في مسنده، رقم: ١٣٢٦٣)۔

وفی النهاية فی غريب الأثر: العنفقة: الشعر الذی فی الشفة السفلى، وقيل: الشعر الذی بينها وبين الذقن. وأصل العنفقة: خفة الشیٔ وقلته. (النهاية: ۳/ ۵۹۰، ط: المكتبة العلمية)۔ والله سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

(فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں: داڑھی بچہ داڑھی کے حکم میں ہے، لہٰذا اس کا رکھنا واجب اور بچہ کا کاٹنا مکروہ تحریمی ہے، پس اس کے کاٹنے سے بچنا ضروری ہے...الخ۔ (فتاوی قاسمیہ، ج: ۲۳، ص: ۹۳۳، ط: مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

عورت کی ڈاڑھی مونچھ صاف کرنے کا حکم

سوال: اگر کسی عورت کی ڈاڑھی مونچھ نکل آئے تو صاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب: عورت کے لیے ڈاڑھی مونچھ صاف کرنا مستحب ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

وفی تبيين المحارم: ازالة الشعر من الوجه حرام الا اذا نبت للمرأة لحية أو شوارب فلاتحرم ازالته بل تستحب. (فتاوی الشامی: ٦/ ۳۷۳، سعید)۔

قال فی الديباج علی مسلم: اذا نبت للمرأة لحية أو شوارب فلايحرم ازالتها بل تستحب والنهی خاص بالحواجب وما فی أطراف الوجه. (الديباج: ٥/ ١٦٢، للعلامة السيوطی)۔

(وکذا فی التيسير بشرح الجامع الصغير للعلامة المناوی: ۲/ ۵۷۱، وشرح النووی علی مسلم: ۱/ ۱۲۹، باب خصال الفطرة، وفتح الباری: ۱۰/ ۳۷۸، ومرقاة المفاتيح: ۱۳: ۱٦۲، باب الترجل)۔

مزید ملاحظہ ہو: (احسن الفتاوی: ۸/ ۷۵، وفتاوی رحیمیہ: ۵/ ٤۷٤، وکتاب الفتاوی: ۱٤۸، وآپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸/ ۳۲۲)۔ والله سبحانه وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۱۵، ۳۱٦، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

رخسار اور حلق کے بال مونڈانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رخسار کے بال اور ٹھوڑی کے نیچے حلق کے بال کی کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ ازروئے شرع داڑھی کے اندر داخل ہے یا خارج؟ زید رخسار اور داڑھی کے نیچے ٹھوڑی کے نیچے کے بال منڈاتا ہے، شریعت کی نظر میں اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: رخسار اور حلق کے بال داڑھی میں داخل نہیں، لہٰذا زید کے رخسار اور حلق کے بالوں کو منڈانے کی گنجائش ہے اور رخسار کے بالوں کو گولائی میں منڈانے کی بھی گنجائش ہے، لیکن نہ منڈانا بہتر ہے۔ [مستفاد: فتاوی محمودیہ، جدید ڈابھیل ۱۹/۳۳۲، ۱۹/۳۳۰، قدیم ۸/۲۸۲، ۸/۲۹۳]

ولايحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسفؒ لابأس بذلک، ولابأس بأخذ الحاجبين، وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنث، كذا في الينابيع.

(هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع، زكريا قديم ٥/ ٣٥٨، جديد ٥/ ٤١٤، حاشية الطحطاوي على المراقي، دار الكتاب ديوبند ٥٢٦، شامي، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، كراچی ٦/ ٤٠٧، زكريا ٩/ ٥٨٣)

فقط والله سبحانه وتعالى اعلم۔(فتاوى قاسميه، ج: ٢٣، ص: ٦٥٠، ط، مكتبه اشرفيه ديوبند)

سفید بال اکھاڑنے کا حکم

سوال: کسی کی عمر اگر کم ہو مثلاً تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ سال اس کی داڑھی میں ایک دو سفید بال نظر آئیں تو ان کو اکھاڑنا کیسا ہے؟

جواب: ایک دو سفید بال بغیر نیت زینت اکھاڑنے کی گنجائش ہے، یعنی اس کی عادت نہ بنائے کہ جب بھی کوئی بال سفید نظر آئے اس کو اکھاڑ دیا جائے۔ کیونکہ حدیث میں سفید بال کو مومن کیلئے نور قرار دیا ہے۔

وفي الشامية: قال ولا بأس بنتف الشيب. [ص ٤٠٧ ج٦ حظر واباحة]

وفي الهندية: قال: نتف الشيب مكروه للتزيين لا لترهيب العدو. [عالمگیری ص ٣٥٩ ج٥]

وروى عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده رضوان الله عليهم اجمعين قال قال رسول الله ﷺ لاتنتفوا الشيب فانه ما مسلم يشيب شيبة في الاسلام الا كانت له نوراً يوم القيامة. [الترغيب والترهيب ١٨٣ ج٤]۔

(داڑھی اور بالوں کے احکام، ص: ١٦، ط، مکتبہ عمر فاروق)

داڑھی کے بال مسجد میں نہ گرین

بعض لوگ وضو وغیرہ کے بعد داڑھی کے بالوں کو درست کرنے کیلئے مسجد میں ہی کنگی کر لیتے ہیں شرعاً اس میں کوئی قباحت تو نہیں البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بال مسجد میں نہ گریں اگر کوئی بال ٹوٹ جائے تو اس کو جیب میں رکھ لے۔ کیونکہ مسجد کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔(داڑھی اور بالوں کے احکام ص: ۴۰، ط، مکتبہ عمر فاروق)

ڈاڑھی منڈانا اور کٹانا دوسرے گناہوں سے بدترین گناہ ہے

سوال: زید محلہ کی مسجد میں امام ہے، ڈاڑھی کٹاتا ہے، اگر اسے ڈاڑھی سے متعلق کوئی شخص سمجھاتا ہے تو جواب میں کہتا ہے کہ ڈاڑھی کٹانا فسق ہے اور آج کل نناوے فیصد لوگ فاسق ہیں ڈاڑھی رکھ کر بھی غیبت، کذب وغیرہ میں مبتلا ہیں، لہذا امام اور مقتدی سب ایک جیسے فاسق ہیں، اس لئے کسی شخص کو مجھ پر اعتراض کا حق نہیں، زید کا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب: زید کا خیال بالکل غلط اور فریب ہے، اگر ایک شخص خفیۃً زنا کرتا ہے اور دوسرا علی الاعلان سر بازار زنا کا ارتکاب کرتا ہے یا ایک شخص خفیہ چوری کرتا ہے اور دوسرا علی الاعلان ڈاکہ زنی اور حکومت کی بغاوت کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ دونوں کے گناہوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، لہذا کوئی شخص کسی درجہ کا بھی گناہگار اور فاسق وفاجر ہو مگر اس کا ظاہر شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کے گناہ مخفی ہونے کی وجہ سے ڈاڑھی کٹانے سے بدرجہا کم ہیں، ڈاڑھی کٹانے والا علی الاعلان شریعت کی مخالفت کر رہا

ہے اور دنیا میں ایسی شکل وصورت میں پھر رہا ہے کہ دور ہی سے ہر شخص اسے دیکھ کر اس کو فاسق اور شریعت کا مخالف سمجھتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص حکومت کی بغاوت کا جھنڈا اٹھا کر عام بازار میں پھر رہا ہو، اس شخص کے ناقابل معافی جرم کو حکومت کبھی بھی نظر انداز نہیں کر سکتی، غرضیکہ زید کا داڑھی کٹانے کو دوسرے گناہوں کے برابر کہنا بدترین عذر ہے۔ زید حکومت الہیہ اور شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر کے شہروں اور بازاروں میں پھر رہا ہے اور دور ہی سے ہر خاص وعام کے لئے خود کو شریعت کا باغی ظاہر کر رہا ہے، گناہ کے اظہار واخفاء میں بہت فرق ہے، چنانچہ رمضان میں علانیہ کھانے پینے والے کو حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اہانت دین کی وجہ سے مباح الدم اور واجب القتل قرار دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ علانیہ گناہ کرنے والوں کے سوا میری پوری امت لائق عفو ہے۔

كل امتى معافى الا المجاهرين. (متفق عليه)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کٹانے، ٹخنے ڈھانکنے اور گانے بجانے کو ان بدکاریوں میں شمار فرمایا ہے جن کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا گیا (۳)۔ (درمنثور)

---

(۳) وأخرج اسحاق بن بشر، والخطيب، وابن عساكر، عن الحسن قال: قال رسول الله ﷺ: عشر خصال عملتها قوم لوط، بها أهلكوا، وتزيدها أمتى بخلة، اتيان الرجال بعضهم بعضاً، ورميهم بالجلاهق، والخذف، ولعبهم بالحمام، وضرب الدفوف، وشرب =

علاوہ ازیں دوسرے گناہ وقتی ہوتے ہیں مگر داڑھی کٹانے کا گناہ چوبیس گھنٹے ساتھ رہتا ہے، سوتے جاگتے حتی کہ نماز وغیرہ عبادات کی حالت میں بھی یہ گناہ ساتھ رہتا ہے۔ اس لئے داڑھی کٹانے کا گناہ دوسرے سب گناہوں سے بڑھ کر ہے۔

پھر زید کا ہر شخص کو غیبت وکذب یا دوسرے گناہوں میں مبتلا سمجھنا محض سوء ظن ہے جو اپنے نفس پر قیاس کرنے سے پیدا ہوا ہے، بہرکیف فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ کسی ایسے شخص کو امام مقرر کرنا ضروری ہے جو ظاہر العدالہ ہو، باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاویٰ، ج: ۸، ص: ۳۰۷، ط، ایچ ایم سعید)

کیا داڑھی نہ رکھنے کا گناہ زنا سے بڑھ کر ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رسالہ "داڑھی کا وجوب" صفحہ نمبر ۳ پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ داڑھی نہ رکھنے کا گناہ زنا، لواطت چوری وغیرہ سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ داڑھی نہ رکھنے کا گناہ ہر وقت ساتھ رہتا ہے، حضرت شیخ کی یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی، کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ داڑھی رکھ کر زنا کرلے تو پہلی حالت سے بہتر رہے گا، حالانکہ یہ غلط ہے، نیز داڑھی والا زانی آدمی، داڑھی منڈے نمازی سے بہتر ہوگا، بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

= الخمور، وقص اللحية، وطول الشارب، والصفير، والتصفيق، ولباس الحرير، وتزيدها أمتى بخلة، اتيان النساء بعضهن بعضاً. (الدر المنثور، ج: ۱۰، ص: ۳۱۷، ۳۱۸)

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جو فرمایا کہ: ''داڑھی نہ رکھنے کا گناہ زنا وغیرہ سے زیادہ خطرناک ہے'' اس کی وجہ تو حضرت نے آگے بیان فرمادی کہ ''یہ گناہ ہر وقت بندہ کے ساتھ لگا رہتا ہے'' چاہے وہ صدق دل سے توبہ بھی کرلے لیکن ظاہرا وہ فاسق ہی رہے گا اور دیگر گناہ صرف وقتی ہوتے ہیں۔ نیز ایک خاص بات یہ ہے کہ زنا وغیرہ کرتے وقت آدمی کا ضمیر اُسے ملامت کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے، جب کہ داڑھی منڈانے والا عام طور پر اس عمل کو گناہ ہی نہیں سمجھتا، اس وجہ سے توبہ سے بھی محروم رہتا ہے، اس بناء پر حضرت شیخ کا یہ قول اپنی جگہ درست ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر اعتبار سے داڑھی نہ رکھنے کا گناہ زنا وغیرہ سے بڑھا ہوا ہے، اس لئے زنا کی حرمت وخطرناکی اپنی جگہ طے شدہ ہے، جو داڑھی نہ رکھنے سے بدرجہا زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

قال رسول ﷺ: الغيبة أشد من الزنا، قالوا: يارسول الله! وكيف الغيبة أشد من الزنا؟ قال: ان الرجل ليزني فيتوب الله عليه.........، وان صاحب الغيبة لايغفر له حتى يغفرها له صاحبه. وفي رواية أنس قال: صاحب الزنا يتوب، وصاحب الغيبة ليس له توبة. قال علي القاري: أي غالباً، لأنه يحسبه هيناً، وهو عندالله عظيم، لكن البلية اذا عمت طابت.

(مستفاد: مرقاة المفاتيح، ۹/ ۱٦٦، ۱٦۷، المكتبة الأشرفيه ديوبند) فقط والله تعالیٰ اعلم۔ (كتاب النوازل، ج: ۱۵، ص: ۵٦۳، ۵٦٤)

داڑھی منڈانے والا ناقص مسلمان ہے

سوال: اگر داڑھی نہ رکھی جائے تو کیا مسلمان کا اسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے یا نہیں؟ اور اسلام کے دائرے سے نکل جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سوال اس نوعیت کا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ اگر انسان کی ناک کٹوادی جائے تو کیا انسانیت خطرے میں پڑ جاتی ہے، اور وہ انسانیت کے دائرے سے باہر ہوجاتا ہے یا آدمی کا ہاتھ پاؤں کاٹنے سے کیا اس کی جان جاتی رہتی ہے اور وہ مردہ ہوجاتا ہے تو جواب یہ ہوگا کہ نہیں ناک کٹوانے یا ہاتھ پاؤں کٹوانے سے انسانیت کے دائرے سے تو نہیں نکلتا یا مردہ ہوجانا ضروری نہیں بے ناک اور بے ہاتھ پاؤں کے بھی زندہ تو رہ سکتا ہے مگر ناقص اور عیبی اسی طرح داڑھی منڈانے والا اسلام کے دائرے سے تو نہیں نکلتا مگر وہ اسلام کے لحاظ سے ایسا مسلمان ہے جیسا انسانیت کے لحاظ سے ناک یا ہاتھ پاؤں کٹا ہوا انسان یعنی نافرمان اور فاسق مسلمان، رسول کریم ﷺ کا حکم ہے "خالفوا المشركين اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب" (۳)، [مشکوۃ] اس حکم کے ماتحت داڑھی رکھنا واجب ہے جس کو فرض عملی کہا جاتا ہے۔ (کفایۃ المفتی، ج: ۹، ص: ۱۷۷، ط: دارالاشاعت)

شادی کرنا زیادہ اہم ہے یا داڑھی رکھنا

سوال: میں ایک غیر شادی شدہ نوجوان ہوں، اب میری شادی کا پروگرام طے ہو رہا ہے، دو جگہوں پر صرف داڑھی کی وجہ سے انکار کیا گیا اور تیسری جگہ بھی یہی شرط رکھی گئی

(۳): (مشكاة المصابيح، باب الترجل، الفصل الاول، ص: ۳۸۰، ط، قديمي كتب خانه كراچي)

ہے۔ اس طرح میرے لئے ایک پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے، کیونکہ مجرد کی حیثیت سے میں ہمیشہ زندگی بسر نہیں کرسکتا اور گناہ کا ارتکاب ممکن ہے۔ عالی جناب سے گزارش ہے تحریر فرمائیں کہ داڑھی اور شادی کرنے کی دینِ اسلام میں کیا فضیلت ہے؟ دونوں میں کون سا عمل زیادہ اہم سمجھا جائے گا؟ از راہِ کرام اس سلسلے میں میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مجھے مفید مشورہ دے دیا جائے۔ نیز میرے والدین کا مشورہ یہ ہے کہ شادی کرنے کے بعد آپ داڑھی پھر رکھ سکتے ہیں، مگر شادی آج کے دور میں ممکن تو نہیں مگر مشکل ضرور ہے، کیونکہ شادی کا تعلق عمر سے ہے۔

جواب: داڑھی اور شادی دونوں کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ داڑھی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی متفقہ سنت، مردانہ فطرت اور شعارِ اسلام ہے، آنحضرت ﷺ نے داڑھی رکھنے کا بار بار حکم فرمایا ہے، اور اسے صاف کرانے پر غیظ وغضب کا اظہار فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ داڑھی رکھنا بالاتفاق واجب ہے، اور منڈانا یا ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں کترانا بالاتفاق حرام اور گناہِ کبیرہ ہے(۵)۔ جو لوگ داڑھی کو نفرت کی نگاہ سے

(۵) في البذل: واعفاء اللحية. وهو ارسالها وتوفيرها، وكره قصها، وقص اللحية من سنن الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين والافرنج والهنود، ومن لاخلاق له في الدين ممن يتبعونهم ويحبون أن يتزيوا بزيهم.

وقال في الدر المختار: ولابأس بنتف الشيب، وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة قطعة، كذا ذكر محمد في كتاب الآثار عن=

دیکھتے ہوئے شادی کے لئے داڑھی صاف کرانے کی شرط لگاتے ہیں، وہ ایک سنتِ نبوی اور شعارِ اسلام کی توہین کرنے کی وجہ سے ایمان سے خارج ہیں(۲)۔ آپ کو شادی کے لئے داڑھی صاف کرانے کی فکر نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان لوگوں کو تجدیدِ ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۸، ص:۳۱۶، ط، مکتبہ لدھیانوی)

نکاح کے لئے داڑھی منڈوانا

سوال: میں نے چار سال قبل شادی کی تھی لیکن ایک سال پہلے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، اب مجھے دوبارہ نکاح کرنا ہے، میں نے چار پانچ جگہ پیغام نکاح بھیجا لیکن ہر جگہ سے "انکار کا" جواب ملا اور اس کی اصل وجہ میری داڑھی ہے، میں نے داڑھی رکھی ہے اب میں کیا کروں؟ داڑھی نکال دوں یا بے نکاح رہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... تمہارے شادی کے پیغام میں "انکار" کا جواب آنے کی اصل وجہ داڑھی ہے، یہ بہانا تم نے کہاں سے نکالا؟ کیا تمہاری اخلاق اور

=الامام، قال: وبه نأخذ، محيط. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، ج: ١، ص: ٣٣٦، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(٢) في البزازية: والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر. (الفتاوى البزازيه، على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب ألفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثالث في الأنبياء، ج: ٦، ص: ٣٢٨)

مالی حالت تو خراب نہیں؟ جب کہ تم پہلی بیوی کو بھی طلاق دے چکے ہو، کیا داڑھی رکھنے والے سب لوگ کنوارے ہی ہیں؟ نکاح کے لئے داڑھی مونڈ وانا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کو داڑھی مونڈوانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی بے نکاح رہنے کی، دعا اور کوشش کرتے رہیں، ان شاء اللہ ضرور کامیابی ہوگی، کسی دیندار خاندان میں پیغام بھیجو تو داڑھی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دینیہ، ج: ۵، ص: ۹۹، ۱۰۰)

حجام کے لئے شیو بنانا اور غیر شرعی بال بنانا

سوال: میں پانچوں وقت نماز پڑھتا ہوں، ایک دن ظہر کی نماز پڑھ کر وضو کر کے سو گیا، خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے کہ: "ظالم! تم قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دو گے؟ کہ تم پیارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کاٹتے ہو (یعنی شیو بنانا)۔" میں حجام کا کام کرتا ہوں، آپ مہربانی فرما کر جواب دیں کہ میں کیا کروں؟ کیا اس کام کو چھوڑ دوں؟

جواب: آپ کا خواب بہت مبارک ہے۔ داڑھی مونڈنا حرام ہے، اور حرام پیشے کو اختیار کرنا کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ آپ بال اُتارنے کا کام ضرور کرتے رہیں، مگر داڑھی مونڈنے اور غیر شرعی بال بنانے سے انکار کر دیا کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۸، ص: ۳۱۶، ۳۱۷، ط، مکتبہ لدھیانوی)

داڑھی منڈانے والے کو سلام کرنے کا حکم

سوال: داڑھی منڈانے والے کو سلام کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہاء کی عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ داڑھی منڈانے والا فاسق وفاجر

ہے، تو یقیناً اس کو سلام نہ کرنا اولیٰ ہے، ہاں اگر سلام میں اس کی تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ تالیفِ قلب اور دین کی طرف مائل کرنا مقصود ہو تو ثواب کی امید ہے۔

ملاحظہ ہو روح المعانی میں ہے:

ولایجب رد سلام فاسق أو مبتدع زجراً له أو لغیره وان شرع سلامه. (روح المعانی: ۳/۱۰۷، النساء: ۸۶)

امداد الفتاوی میں ہے:

تکبر حرام ہے اور مرتکب اس کا بالخصوص اس پر جو مصر ہو فاسق ہے اور فاسق کو ابتداءً سلام نہ کرنا جائز ہے بلکہ اولیٰ ہے۔ [امداد الفتاوی: ۴/۲۷۹]

کفایت المفتی میں ہے:

فاسق کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں لیکن جواب دینا جائز ہے مکروہ نہیں، جو لوگ داڑھی منڈاتے ہیں یا منڈی ہوئی شکل کترواتے ہیں وہ فاسق کی تعریف میں شامل ہیں۔ [کفایت المفتی: ۹/۱۰۶]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۲۹۹، ۳۰۰، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

داڑھی رکھنے سے بیوی ناراض ہوتی ہو تو کیا داڑھی نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

سوال: اگر عورت شوہر سے کہے تو داڑھی مت رکھ! تو کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ وہ داڑھی نہ رکھے؟ کیا بیوی داڑھی رکھنے سے ناراض ہو تو داڑھی نہ رکھنا جائز ہے؟ میرا ایک دوست کہتا ہے کہ لکھنؤ میں ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت ناراض

ہوتو داڑھی نہیں رکھنی چاہئے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ مکمل تفصیل فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... داڑھی رکھنے کا ثبوت حدیث شریف سے ہے(۷) اور داڑھی نہ رکھنا یا کتروانا گناہ ہے، فقہاء ایسے شخص کو مخنث اور فاسق کہتے ہیں(۸)، لہٰذا عورت کے کہنے سے داڑھی نہ رکھنا جائز نہیں ہے، عورت بھی گنہگار ہوگی اور اس کی تابعداری کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، ان پر توبہ کرنا لازم ہے۔

حدیث شریف ہے کہ "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" (۹) یعنی اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں کسی بھی مخلوق کی تابعداری کرنا درست نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئلہ میں عورت کے حکم کی تابعداری کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ عورت جسے اسلامی شعائر

---

(۷) عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ ﷺ: انهكوا الشوارب، وأعفوا اللحى. (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب اعفاء اللحى، ص: ۱۲٦۰، رقم: ۵۸۹۳، ط، دار السلام رياض)

(۸) قال المحدث الكبير الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي نور الله مرقده: ولقد ذهب أصحاب المذاهب الأربعة وغيرهم أن حلق اللحية حرام وأن حالقها آثم فاسق. (وجوب اعفاء اللحية، ص: ۱۹)

(۹) في الجامع الصغير عن عمران بن حصينؓ عن النبي ﷺ قال: لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق. وفي التنوير تحت هذا الحديث: رمز المصنف لصحته قال الهيثمي رجال أحمد رجال الصحيح. (التنوير شرح الجامع الصغير، ج: ۱۱، ص: ۱۵۷، رقم: ۹۸۸٤)

اور حضور اقدس ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت اور شکل وشباہت پسند نہ ہو تو اسے زوجہ بنا کر رکھنا ہی مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رحیمیہ، ج: ۵، ص: ۱۰۱، ۱۰۲)

داڑھی رکھنے کی وجہ سے نوکری سے نکالنے لگے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید گورنمنٹ ملازم ہیں یعنی ملیٹری میں نوکری کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ملیٹری میں رہنے کے باوجود داڑھی رکھیں، مگر ان کے جو جنرل کرنل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تم داڑھی رکھوگے تو تمہیں نوکری سے نکال دیا جائے گا اور اگر زید نوکری چھوڑ دیں، تو ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے، جس سے اپنے بیوی بچوں کا خرچ چلا سکیں، اس وجہ سے زید کافی مجبور ہیں۔ واضح رہے کہ زید کے تمام آفیسر کافر ہیں۔

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی تمام انبیاء کی سنت اور شعائر اسلام میں سے ہے، اس لئے ایک مشت داڑھی رکھنا واجب اور لازم ہے، ایک مشت سے کم کرانا یا ترشوانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ اب رہی ملازمت کی بات کہ داڑھی رکھنے سے نوکری سے نکال دیا جائے گا، تو یہ ہندوستانی قانون کے خلاف ہے، کیونکہ ہندوستانی قانون میں ہر آدمی اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہے، جیسا کہ سکھوں کو داڑھی رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور جو مسلمانوں کو دھمکی دی جارہی ہے، وہ خود مسلمانوں کی ذاتی کمزوری اور غفلت کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ مسلمان خود اپنے یونی فارم کی پابندی نہیں کرتے ہیں۔

عن عائشةؓ قالت: قال رسول اللہ ﷺ: عشر من الفطرة قص

الشارب، واعفاء اللحية الى آخره. (سنن أبو داؤد شريف، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، النسخة الهندية ١/٨، دار السلام رقم: ٥٣، صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ١/ ١٢٩، بيت الأفكار: ٢٦١، سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب الفطرة، النسخة الهندية ١/ ٢٥، دار السلام رقم: ٢٩٣)

وقص اللحية كان من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالافرنج والهنود،، ومن لاخلاق له في الدين من الطائفة القلندرية. (مرقاة شرح مشكاة شريف، باب السواك، مكتبة امداديه ملتان اشرفي ٢/ ٤، شامي، زكريا ٣/ ٣٩٨، كراچي ٢/ ٤١٨) فقط والله سبحانه وتعالىٰ اعلم. (فتاوى قاسميه، ج: ٢٣، ص: ٦٥٤، ط، مكتبه اشرفيه ديوبند)

داڑھی کے اس حصہ میں جہاں بال نہیں بال آنے کی نیت سے استرا پھیرنا

سوال: میری داڑھی نکلی ہے مگر درمیان میں بعض جگہ بالکل بال نہیں ہیں اس لئے بدنما اور بُرا معلوم ہوتا ہے بعض لوگوں کا تجربہ ہے کہ اگر خالی جگہ پر استرا پھیرا جائے تو بال نکل آتے ہیں اس نیت سے موضع ریش پر استرا پھیرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: موضع ریش کا بعض حصہ بالوں سے خالی ہو تو بال نکل آئیں اور ریش بھر جائے اس غرض سے خالی جگہ پر بطور علاج استرا پھیرنے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر موضع ریش پر چھوٹے اور متفرق بال ہوں تو بڑھانے اور ملانے کی غرض سے ان بالوں کو مونڈنا درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ج: ١٠، ص: ١٢٦، ١١٧، ط، دار الاشاعت کراچی)

کافر کی داڑھی مونڈنا جائز نہیں

سوال: از تذکرۃ الرشید حصہ اول ص: ١٩٥۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ مسلمان حجام کو کسی ہندو کی داڑھی مونڈنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی مسلمان یا کافر کی داڑھی مونڈنی درست نہیں اور نہ اس کی اُجرت لینی درست ہے۔ فقط

ایک مفتی صاحب نے فتویٰ میں یہ بات لکھی ہے کہ ہندوں کی داڑھی مونڈنا درست ہے، کیونکہ ان کے مذہب میں داڑھی کا منڈانا درست ہے، اس لئے اُجرت بھی لینی درست ہے اور مسلمان کی داڑھی مونڈنا بھی درست ہے، لیکن پہلے نصیحت کردینی چاہئے۔ فقط۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ، مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے ان کی سوانح عمری میں نقل کیا ہے، آپ صحیح جواب سے مستفید فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

جواب: فی الدر المختار: **وجاز تعمير كنيسة وحمل خمر ذمي بنفسه أو دابته باجر لا عصرها لقيام المعصية بعينه.** [شامی ص: ٣٤٥، ج: ٥]

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا کسی کافر کے لئے شراب نچوڑنا اور اس پر اُجرت لینا درست نہیں، البتہ شراب کو اُٹھا کر لیجانا اور اس پر اُجرت لینا جائز ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں اُجرت اس فعل پر لی جارہی ہے جو بعینہٖ معصیت سے متعلق ہے اور دوسری صورت میں ایسا نہیں۔ اور فقہاء رحمہم اللہ نے یہ اُصول بیان فرمایا ہے کہ پہلی قسم کے فعل پر اُجرت لینا وغیرہ ناجائز اور دوسری قسم پر جائز ہے۔

اگر ہمارے زیر بحث مسئلہ پر غور کیا جائے تو یہ اُجرت لینا پہلی قسم پر ہوگا، کیونکہ داڑھی مونڈنا بعینہٖ معصیت ہے اور اس میں کافر و مسلم کی تفریق بھی اسی طرح نہیں ہوگی جیسا کہ شراب کے مسئلہ میں نہیں ہے، چنانچہ داڑھی مونڈنا اور اس پر اُجرت لینا بہر صورت ناجائز ہے، خواہ کافر کی داڑھی مونڈی جائے یا مسلم کی۔

اور یہ کہنا کہ کیونکہ یہ فعل کفار کے مذہب میں جائز ہے، اس لئے اس کی اعانت اور اس پر اُجرت لینا جائز ہوگا، بایں وجہ صحیح نہیں کہ اگر ایسا ہی ہے تو شراب نچوڑنا اور اس پر اُجرت لینا بھی جائز ہونا چاہئے، جب وہ جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہوگا۔

اور یہ کہنا تو بالکل ہی بے اصل و بنیاد اور غلط ہے کہ مسلمان کی داڑھی مونڈنا بھی جائز ہے، اس لئے کہ تمام فقہاء نے استیجار علی المعاصی اور اُجرت علی المعصیۃ کو ناجائز لکھا ہے، مثال کے طور پر در مختار کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

لاتصح الاجارة لعسب التیس ولا لأجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاهی الخ [ص: ۳۰۱ ج: ۵]. (فتاوی عثمانی، ج: ٤، ص: ٤٢٣ تا ٣٢٥، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

علاج کے لئے داڑھی صاف کرنا

سوال: ایک شخص ہے جس کی داڑھی میں روگ لگ گیا ہے جس کا کافی علاج بھی کیا گیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نیز ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ داڑھی صاف کردیجئے، اس کے بعد آپ کا علاج کامیاب ہوجائے گا۔ کیا ایسی صورت میں داڑھی صاف کرانا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً: امراض کے علاج کے لئے جب کوئی جائز دوا مفید نہ ہو تو مجبوراً نجس اور حرام دوا کے استعمال کی بھی اجازت ہے جب کہ تجربہ کار اور دیندار معالج تجویز کردے کہ شفا حرام چیز سے ہی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح اگر بغیر داڑھی صاف کرائے صحت نہیں ہوسکتی تو مجبوراً تحصیل صحت کے لئے اس کی گنجائش ہے(۱۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج: ۱۹، ص: ۴۱۶)

بضرورتِ جہاد ڈاڑھی مُنڈانا جائز نہیں

سوال: جب کوئی شخص جہاد پر جائے تو اس کے لئے ڈاڑھی مُنڈوانا جائز ہے یا نہیں؟ جہاد کے لئے جو راستہ ہے وہاں کفار ہیں، بغیر ڈاڑھی والے کو چھوڑتے ہیں اور ڈاڑھی والے کو قتل کرتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب: ڈاڑھی مُنڈانا حرام ہے، جہاد کی ضرورت سے فعل حرام کا ارتکاب جائز نہیں، بلکہ ایسے موقع میں تو گناہوں سے بچنے اور استغفار کی زیادہ تاکید ہے، قال اللّٰہ تعالیٰ وان تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدھم شیئاً، وقال حکایةً عن الربیین الذین کانوا یقاتلون مع نبیهم، ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین، اس آیت کے

(۱۰) فی الدر المختار: وجوزه فی النهاية بمحرم اذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد مباحاً يقوم مقامه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ج: ۹، ص: ۵۵۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مضمون کی ترتیب میں اس پر دلالت ہے کہ جس طرح نصرت ثبات اقدام پر موقوف ہے اسی طرح ثبات اقدام گناہوں سے توبہ واستغفار پر موقوف ہے، وقال رسول اللہ ﷺ فانه لایدرک ما عند اللّٰہ الا بطاعته، فقط و اللّٰہ تعالیٰ اعلم. (احسن الفتاوی، ج:٦،ص:٧١٨،ط:سعید)

فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب نوراللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: ایک شخص پا کئی ہوں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم داڑھی کیوں منڈاتے ہوتو وہ کہتے ہیں کہ ہم مجاہدین ہیں، اگر تم کو یقین نہ ہوتو تم لیجا کر دیکھ لو، ہم کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کے واسطے داڑھی منڈانا جائز ہے تو کیا حضور ﷺ نے کسی وقت مجاہدین کو داڑھی منڈانے کے لئے فرمایا تھا یا نہیں؟ اگر فرمایا تھا تو کسی خاص مصلحت سے یا عام، اگر کسی خاص مصلحت سے فرمایا ہو، یا کسی وجہ سے فرمایا ہو تو اگر وہ وجہ اس وقت بھی پائی جائے تو داڑھی منڈانا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر حضور نے نہیں فرمایا تو اس کی کیا اصلیت ہے وہ کیوں کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: انہیں سے پوچھو کہ داڑھی منڈانے کی اجازت مجاہدین کے لئے کس دلیل سے ثابت ہے، حدیث شریف میں تو داڑھی منڈانے کی ممانعت عام ہے۔ پھر مجاہدین کو کس دلیل سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج:١٩، ٣١٦، ٣١٧)

”مجھے داڑھی کے نام سے نفرت ہے“ کہنے والے کا شرعی حکم

سوال: میں ایک تقریب میں گیا تھا، وہاں ایک لڑکی کے رشتے کی بابت باتیں ہورہی تھیں، لڑکی کی والدہ نے فرمایا کہ: ”یہ رشتہ مجھے منظور نہیں ہے، اس لئے کہ لڑکے کے داڑھی ہے۔“ جب یہ کہا گیا کہ لڑکا آفیسر گریڈ کا ہے، تعلیم یافتہ ہے اور داڑھی تو اور بھی اچھی چیز ہے، اس زمانے میں راغب باسلام ہے۔ تو فرمایا کہ: ”مجھے داڑھی کے نام سے نفرت ہے۔“ آپ فرمائیں کہ داڑھی کی یہ تضحیک کہاں تک درست ہے؟ کیا ایسا کہنے والا گناہگار نہیں ہوا؟ اور اگر ہوا تو اس کا کفارہ کیا ہے اور گناہ کا درجہ کیا ہے؟

جواب: داڑھی آنحضرت ﷺ کی سنت ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کے رکھنے کا حکم فرمایا (١١)۔ داڑھی منڈے کے لئے ہلاکت کی بددعا فرمائی اور اس کی شکل دیکھنا گوارا نہیں فرمایا (١٢)۔ اس لئے داڑھی رکھنا شرعاً واجب ہے اور اس کا منڈانا ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں اس کا کاٹنا تمام ائمہ دین کے نزدیک حرام ہے۔

---

(١١) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: أنهكوا الشوارب، وأعفوا اللحى. (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب اعفاء اللحى، ص: ١٢٦٠، رقم: ٥٨٩٣، ط، دار السلام رياض)

(١٢) عن زيد بن أبي حبيب قال: .... فكره النظر اليهما وقال ويلكما من أمر كما بهذا؟ قالا أمرنا ربنا. يعنيان كسرى. فقال رسول اللّٰه ﷺ ولكن ربي أمرني باعفاء لحيتي وقص شاربي... الخ. (البداية والنهاية، ج: ٣، ص: ٢٦٩، ٢٧٠، ط، مكتبة المعارف بيروت)

جو مسلمان یہ کہے کہ: ''مجھے فلاں شرعی حکم سے نفرت ہے'' وہ مسلمان نہیں رہا، کافر مرتد بن جاتا ہے (۱۳)۔ جو شخص آنحضرت ﷺ کی شکل سے نفرت کرے وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟ یہ خاتون کسی داڑھی والے کو اپنی لڑکی دے یا نہ دے، مگر اس پر کفر سے توبہ کرنا اور ایمان کی اور نکاح تجدید کرنا لازم ہے (۱۴)۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۸ ص: ۲۹۱، ۲۹۲، ط، مکتبہ لدھیانوی)

داڑھی نوچنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھگڑے میں ایک

---

(۱۳) فی البزازیة: والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر. (الفتاوى البزازيه، على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب ألفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثالث في الأنبياء، ج: ٦، ص: ٣٢٨)

وفي الفتاوى التاتارخانية: من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبيا بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع: فيما يعود الى الأنبياء عليهم السلام، ج: ٧، ص: ٣٠٥، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(۱۴) في الدر المختار: وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي: مايكون كفراً اتفاقاً: يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد زنا، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ٦، ص: ٣٩٠، ٣٩١، ط، دار عالم الكتب رياض)

فریق نے دوسرے فریق کی داڑھی نوچی، کیا داڑھی نوچنے سے وہ فریق اسلام سے خارج ہو گیا، جب کہ داڑھی نوچنے والے کی نیت بے ادبی کی نہیں تھی، اور ایسا کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لی، نیز کیا داڑھی نوچنے والے کا نکاح ختم ہو گیا یا باقی ہے؟ بینوا توجروا (نوٹ) کہ ابھی تک رخصتی بھی نہیں ہوئی۔

الجواب باسم الملک الوھاب: داڑھی شعائر اسلام میں سے ہے، اس کی توہین کرنا کفر ہے، لیکن مذکورہ صورت میں چونکہ اس کی نیت توہین کی نہیں تھی اس لیے اس سے کفر لازم نہیں آئے گا، لیکن یہ گناہ کبیرہ میں داخل ہے اس لیے اب توبہ کرنے کے بعد آئندہ اس قسم کے فعل سے مکمل اجتناب کریں، اور شخص مذکورہ کا نکاح بدستور قائم ہے، اس کا اعلانیہ تو بہ تائب ہونا لازم ہے۔

البتہ اگر جرم اعلانیہ کیا ہو تو توبہ اعلانیہ لازم ہے اگر جرم اعلانیہ نہیں کیا تو توبہ اعلانیہ ضروری نہیں ہے۔

''والاستهزاء بشيء من الشرائع كفر''........ (النهر على هامش الرد: ٩/٤١٩/٤)

''قوله لو عامد غير مستخف فلو غير عامد فلا اساءة ايضا بل تندب اعادة الصلاة كما قلمناه في اول بحث الواجبات ولو مستخفا كفر لما في النهر عن البزازية لو لم ير السنة حقا كفر لانه استخفاف اه''.

''ووجهه ان السنة احد الاحكام الشرعية المتفق على مشروعيتها عند علماء الدين فاذا انكر ذلك و لم يرها شيئاً ثابتاً ومعتبراً

فی الدین یکون قد استخف بها و استهانها وذلک کفر تامل"۔۔۔۔۔

(فتاوی شامی: ۱/۳۵۰)

"ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان کانت نیة الوجه الذی یوجب التکفیر لاتنفعه فتوی المفتی ویومر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجدید النکاح بینه وبین امرء ته کذا فی المحیط"۔ (فتاوی الهندیة: ۲/۲۸۳)۔(ارشاد المفتین، ج: ۲، ص: ۱۹۰، ط، مکتبة الحسن لاهور)

سر یا داڑھی پر مہندی ہو تو وضو کا حکم

سوال: کوئی شخص سر یا داڑھی پر مہندی کا استعمال کرتا ہے، مہندی خشک ہو جانے کے بعد اس کو دھو کر اُتارنے سے پہلے کیا صرف وضو کر کے نماز ادا کر سکتا ہے یا پہلے مہندی کو بھی دھو کر صاف کرے؟

جواب: وضو صحیح ہونے کے لئے مہندی کا اُتارنا ضروری ہے(۱۵)۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۳، ص: ۹۳، ط، مکتبہ لدھیانوی کراچی)

داڑھی کے غسل اور خلال کے بارے میں قولِ فیصل

سوال: خلال یا غسلِ لحیہ کا حکم شرعی کیا ہے، پہلے تو یہ سنا یا پڑھا تھا کہ داڑھی

(۱۵):فی الهندیة: والخضاب اذا تجسد ویبس یمنع تمام الوضوء والغسل. (الفتاوی العالمگیریة، کتاب الطهارة، الباب الاول فی الوضوء، ج: ۱، ص: ۴)

گھنی ہو تو صرف خلال مسنون ہے ورنہ جہاں سے چہرہ کی کھال نظر آئے اس کا دھونا فرض ہے، دریافت کرنے پر ایک سابق مفتی دیوبند نے اس کا طریقہ اس طرح دکھا کر سمجھایا تھا کہ چہرہ دھوتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں نیچے کی جانب سے داڑھی میں داخل کر کے خلال کیا جائے۔

پھر ایک عالم مدرس نے بتایا کہ ایک چلو میں پانی لے کر نیچے سے داخل کیا جائے، اور بعض لوگوں نے غسلِ لحیہ کو ضروری کہا۔

پھر ایک بڑے عالم نے کہا کہ امام اعظمؒ کے اس بارے میں آٹھ قول منقول ہیں اور کنز میں گھنی داڑھی کا خلال اور غیر گھنی کا غسل جو لکھا ہے یہ تسامح ہے بلکہ بہر صورت غسلِ لحیہ ہی ضروری ہے، بحر الرائق میں یہی لکھا گیا ہے۔

ان مختلف جوابات سے تردد واقع ہو گیا، مہربانی فرما کر تشفی بخش جواب دیں۔

الجواب: (۱) لحیہ کثیرہ کا دھونا فرض ہے لیکن یہ سارے بالوں کے بارے میں نہیں بلکہ یہ صرف شعر غیر مسترسل کے متعلق ہے، صاحب بحر مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

وهذا کله فی غیر المسترسل واما المسترسل فلایجب غسله ولا مسحه لکن ذکر فی منیة المصلی انه سنة. [بحر الرائق: ج: ۱، ص: ۱۶]

(۲): جو داڑھی کچھ گھنی اور کچھ خفیف ہو اس کا حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ کثہ کے نیچے کا دھونا فرض نہیں اور خفیف والے حصے کے نیچے کا دھونا فرض ہے کیونکہ سقوطِ غسل کی علت جرم الاستتار بالشعر ہے۔

كما في الدر المختار والشامية: وفي البرهان يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر اهـ. وفي الشامية تحته اما المستورة ساقط غسلها للحرج. [ج: ۱، ص: ۱۰۴]

الحاصل لحیہ کثہ کے بارے میں صحیح اور مفتی بہ یہی قول ہے کہ اس کا دھونا فرض ہے اور باطن وداخل کا خلال سنت ہے۔ کذا فی المعتبرات۔ فقط واللہ اعلم۔ (خیر الفتاوی، ج:۲، ص:۵۶، ۵۷، ط، مکتبہ امدادیہ ملتان)

داڑھی میں خلال کا طریقہ

سوال: داڑھی میں خلال کس طرح کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: داہنے ہاتھ کو سیدھا کر کے ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی میں داخل کر دیا جائے، اسی طرح داہنی اور بائیں سمت میں اندر سے داخل کر کے باہر کی طرف کو ہاتھ لایا جاوے۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۵، ص:۵۰)

غسل کے دوران داڑھی اور اس کے نیچے دھونے کا حکم

غسل جنابت کرتے وقت داڑھی اور ریش بچہ کے سارے بالوں اور ان کے نیچے جلد تک پانی پہنچانا ضروری ہے، چاہے داڑھی گھنی ہو یا ہلکی(۱۶)۔ (داڑھی کا شرعی حکم، ص:۲۵۳، ط، ادارہ غفران راولپنڈی)

---

(۱۶) في الموسوعة الفقهية: يجب في الغسل من الجنابة عند جمهور الفقهاء غسل البشرة تحت اللحية سواء كان الشعر كثيفاً أو خفيفاً، وذلك لما روى عن علي رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: من=

تیمم میں داڑھی پر ہاتھ پھیرنے کا حکم

تیمم میں چہرے پر ہاتھ پھیرتے وقت چہرے کی حدود میں واقع (نہ کہ چہرہ کی حدود سے باہر) داڑھی کے اوپر کی سطح کے تمام بالوں پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے، اور تیمم میں داڑھی کے بالوں پر ہاتھ پھیرنا اس کے نیچے کی جلد اور اندر چھپے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرنے کی طرح ہے، اور تیمم میں داڑھی کے بالوں میں خلال کرنے کی ضرورت نہیں ہے(۱۷)۔ (داڑھی کا شرعی حکم، ص:۲۵۵، ط، ادارہ غفران راولپنڈی)

داڑھی کٹانے والے کی اذان واقامت مکروہ تحریمی ہے

سوال: داڑھی منڈے انگریزی بال رکھنے والے کی اذان وامامت درست

=ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل به كذا و كذا من النار قال علي: فمن ثم عاديت شعري، وكان يجز شعره، ولحديث أبي هريرة أن النبي ﷺ قال: ان تحت كل شعرة جنابة فاغسلوا الشعر، وأنقوا البشر. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج: ۳۵، ص: ۲۳۰، ۲۳۱، مادة لحية، غسل اللحية في الغسل من الجنابة)

(۱۷) في الموسوعة الفقهية: يجب في التيمم مسح اللحية مع مسح الوجه عند جميع الفقهاء، فيمسح على ظاهر الشعر سواء كان الشعر خفيفاً أو كثيفاً، فلايجب ولايندب ايصال التراب الى الشعر الباطن ولا الى البشرة لعسره، ولأن المسح مبني على التخفيف. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج: ۳۵، ص: ۲۳۱، مادة لحية، مسح اللحية في التيمم)

ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: داڑھی منڈانے یا کتروانے والا اور انگریزی بال رکھنے والا فاسق ہے، اس لئے اس کی اذان واقامت مکروہ تحریمی ہے، اس کی اذان کا اعادہ مستحب ہے اقامت کا نہیں قال فی التنویر ویکرہ اذان جنب واقامۃ محدث لا اذانہ وامرأۃ وفاسق (الی قولہ) ویعاد اذان جنب لا اقامتہ وفی الشرح ندباً وفی الحاشیۃ زاد القهستانی والفاجر الخ. (ردالمحتار، ص ۳۶۵ ج ۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ج: ۲، ص: ۲۸۷، ۲۸۸، ط: سعید)

داڑھی منڈے اور انگریزی بال والے کی امامت

سوال: انگریزی بال جس کے ہوں اس کے پیچھے نماز یا تراویح اور بوجہ داڑھی مونڈنے کے نماز یا تراویح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر نماز پڑھانے والا موجود ہو: "و کرہ امامۃ العبد والأعرابی والفاسق". بحر: ۱/ ۳۴۸. فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج: ۶، ص: ۱۲۸)

داڑھی کٹانے والے حافظ کے پیچھے تراویح

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اکثر مساجد میں یہ ہدایات تحریراً دیکھنے میں آئی ہیں کہ اگر کوئی امام داڑھی کترواتا یا منڈواتا ہے، تو اس کے پیچھے نہ اقامت جائز نہ امامت جائز، نہ موذن کا ہونا جائز، ایسے

اماموں کی قیادت میں نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس مسئلہ پر تمام ہی مقامی مفتیان حضرات کا متفقہ فیصلہ ہے، مگر رمضان المبارک کے موقع پر اکثر حافظ حضرات ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں جو اکثر تو روزہ ہی نہیں رکھتے اور نماز کے بھی پابند نہیں ہوتے اور اکثر داڑھی منڈواتے اور کترواتے ہیں، منڈوانے والے حضرات صرف رمضان المبارک کے موقع پر فیرنچ کٹ بہت باریک داڑھی رکھ لیا کرتے ہیں، شرعی صوم وصلاۃ کے پابند حضرات بہت کم دستیاب ہوتے ہیں، ایسے دور میں رمضان المبارک کے واسطے حافظ حضرات کا انتظام کیسے کیا جائے؟ کیا اگر صحیح حافظ دستیاب نہ ہو تو رمضان المبارک کے موقع پر ایسے حافظ سے تراویح میں کلام پاک سنا جائے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی منڈانے والے حافظ کے پیچھے تراویح یا فرض نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر باشرع متبع شریعت حافظ میسر نہ ہو تو کسی متبع شریعت غیر حافظ کے پیچھے "الم ترکیف" سے تراویح پڑھ لیا کریں۔ [مستفاد: احسن الفتاوی ۳/ ۵۱۸، ایضاح المسائل ۳۸]

واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقديمه بانه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه۔ الی۔ بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديم كراهة تحريم، لما ذكرنا. (شامی، کتاب الصلاة، باب الامامة، کراچی ۱/ ۵۶۰، زکریا ۲/ ۲۹۹)

كون الكراهة في الفاسق تحريمية. (طحطاوی علی المراقی، الصلاة، فصل في بيان الأحق بالامامة، دار الكتاب دیوبند ۳۰۳) فقط واللہ

سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ج: ۸، ص: ۳۱۸، ۳۱۹، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ

سوال: ہمارے یہاں عیدین کا خطبہ وکیل صاحب پڑھتے ہیں جن کی داڑھی مونچھ صاف ہے، نماز دوسرے حافظ صاحب پڑھاتے ہیں، دعاء تیسرے وکیل صاحب کراتے ہیں۔ تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ وکیل صاحب داڑھی کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ خطبہ کے لئے داڑھی کی کوئی قید نہیں ہے، اگر رکھنی ہی ہوگی تو ہم موسی داڑھی رکھ لیں گے، یعنی خطبہ کے ایک ہفتہ پہلے رکھ لیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اچھی بات تو یہ ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں کام ایک شخص انجام دے اگرچہ دونوں کام دو آدمیوں کے کرنے سے بھی ادا ہو جائیں گے (۱۸)۔ وکیل صاحب حضرت رسول مقبول ﷺ کا حکم مان کر شرعی داڑھی رکھ لیں تو بڑے اجر کے مستحق ہوں گے، موسی داڑھی کی کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ یہ تو شریعت کے ساتھ فریب کاری ہے

---

(۱۸) في الدر المختار: لاينبغي أن يصلي غير الخطيب لأنهما كشيء واحد فان فعل بأن خطب صبي باذن السلطان صلى بالغ جاز. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص: ۱۱۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان / بحر الرائق، باب صلاة الجمعة، ج: ۲، ص: ۲۵۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

کہ خطبہ پڑھنے کی خاطر رکھی گئی ہے تا کہ لوگ اعتراض نہ کریں، کام وہ مقبول ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے ہو (۱۹)۔

دعاء کے لئے تو کسی خاص شخص کی ضرورت ہی نہیں ہے، ہر شخص اپنی اپنی دعاء جس طرح پنجگانہ نماز کے بعد مانگتا ہے اسی طرح عید کی نماز کے بعد مانگ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ ج: ۶ ص: ۱۳۰، ۱۳۱)

داڑھی منڈانے والے کے فتوے کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل ٹی وی پر ماڈرن قسم کے مولوی فتوے دیتے ہیں، یعنی ایسے مولوی جو کلین شیو کر کے پینٹ پہن کر ٹی وی پر آتے ہیں اور لوگوں کے مسائل کے جوابات دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے فتوے پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: داڑھی منڈانے والا فاسق ہے، اور فاسق کی خبر دنیوی معاملات میں بھی قابل اعتماد نہیں، دینی امور میں کیونکر ہوگی؟ (۲۰)۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۸، ص: ۳۰۲، ط، مکتبہ لدھیانوی)

---

(۱۹) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّانَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِامْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ. [متفق عليه]. (مشكوة المصابيح، ص: ۱۱، ط، قديمي كتب خانه كراچي)

(۲۰) في الهندية: اتفقوا على أن الاعلان بكبيرة يمنع الشهادة=

نائی (حجام) کو دوکان کرایہ پر دینے کا حکم

سوال: کیا کسی نائی (حجام) کو دوکان وغیرہ کرایہ پر دینا جائز ہے؟ جبکہ یہ لوگوں کی داڑھی مونڈتے اور بال یہودیوں کی طرح بناتے ہیں، حالانکہ ارشاد قرآنی ہے: "ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان"... الخ (یعنی گناہ کے کاموں میں کسی سے تعاون نہ کرو) اس لحاظ سے کسی نائی (حجام) کو دوکان وغیرہ کرایہ پر دینے والا تعاون علی المعصیت کا مرتکب تو نہیں ہوگا؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب: حجامت کا پیشہ ایک ضروری عمل ہے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، لیکن اس میں شرعی حدود وقیود کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، اگر اس میں خلاف شرع عمل کیا جائے تو اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی ناجائز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس کام (حجامت وغیرہ) کے لیے دوکان یا مکان کرایہ پر دینا بھی تعاون علی المعصیت ہے جو نص قرآنی حرام ہے۔ لہٰذا خلاف شرع حجامت بنانے والے نائی (حجام) کو مکان یا دوکان کرایہ پر دینا صحیح نہیں اور نہ اس کی آمدنی درست ہے۔ (فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۷۷، ط، مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک)

وفی الصغائر ان کان معلناً بنوع فسق مستشنع یسمیه الناس بذالک فاسقاً مطلقاً لاتقبل شهادته والأصح أن شهادته لاتقبل كذا في الكافي. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الرابع فيمن تقبل شهادته ومن لاتقبل، الفصل الثاني فيمن لاتقبل شهادته لفسقه، ج: ۳، ص: ٤٦٦)

داڑھی مونڈنے کا پیشہ اور اس کی اُجرت

حجام اور نائی کا کام بلاشبہ جائز اور حلال ہے۔ اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے بال مونڈنا یا چھوٹے کرانا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

محلقین رؤسکم ومقصرین. [الفتح: ۲۷]

تم اپنے سر کے بالوں کو مونڈنے والے ہو اور چھوٹا کرنے والے۔

لیکن داڑھی مونڈنے کا پیشہ کرنا اور اس کی اجرت لینا حرام ہے، کیوں کہ جب داڑھی کا مونڈنا حرام ہے تو اس کا مونڈنے کی اجرت لینا کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان. [المائدة: ۲]

اور گناہ اور زیادتی کے کاموں کی مدد مت کرو۔ (داڑھی کے مسائل کتاب وسنت کی روشنی میں، ص: ۸۷، ۸۸، ط، دار العلم ممبئی)

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"داڑھی منڈانا اور ایک مشت سے کم کتروانا حرام ہے، اس لیے اس فعل کی اُجرت بھی جائز نہیں، البتہ اس کے علاوہ دوسرے جائز طریقوں سے حاصل کردہ آمدنی حلال ہے"۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (محمود الفتاوی، ج:۶، ص: ۳۲۸، ط، مکتبہ محمودیہ، گجرات/ داڑھی ایک اسلامی شعار، ص: ۷۲، ط، میمن اسلامک پبلشرز کراچی/ داڑھی کا شرعی حکم، ص: ۲۳۳، ط، ادارہ غفران راولپنڈی)

ڈاڑھی کے وجوب سے انکار کرنا، کسی کی ڈاڑھی جبراً منڈوانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ زید نے ڈاڑھی رکھی اور اس پر عرصہ دراز گزر گیا زید کی شادی کا وقت قریب آیا تو عمرو اور بکر نے اس کو ڈاڑھی منڈوانے کے متعلق کہا اس نے جواب دیا کہ میں نے سنت رسول پر عمل کیا اور میں ایسا عمل کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں لیکن جب اس کو عمرو اور بکر نے بہت تنگ کیا تو اس نے شادی کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں ایسی شادی کرنے سے ویسے ہی اچھا ہوں کہ جس شادی میں سنت رسول کا ترک لازم آتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کوئی سنت نہیں ہے۔ ہم جبراً منڈوا دیں گے۔ الغرض بکر و عمرو خود تو ڈاڑھی منڈاتے ہی تھے انہوں نے زید کو زمین پر گرا کر اس کو پکڑ لیا اور حجام نے آ کر اس کی ڈاڑھی مونڈ دی۔ اب بکر و عمرو نے جو فعل کیا ہے شریعت میں اس کا کیا حکم ہے۔ آیا وہ دائرہ دین سے خارج ہیں یا داخل ہیں۔ اگر خارج ہوئے تو کیوں اگر داخل ہیں تو شریعت کی رو سے ان کی سزا کیا ہے جو بھی حکم شرع ہوگا اس پر اہلیان انشاء اللہ تعالیٰ عمل پیرا ہوں گے۔

الجواب: ڈاڑھی بڑھانا تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے نیز حضور ﷺ اوفروا اللحی او ارخوا اللحی او اعفوا اللحی جیسے مختلف الفاظ میں اس کے بڑھانے کا امر بھی کر دیا ہے۔ حضور ﷺ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کی دائمی سنت اور معمول اور اس پر قولی امر اس سے علمائے اصول کے قواعد کے تحت ثابت ہوتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنی واجب ہے اور اس پر عمل نہ کرنے والا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ پھر حضور ﷺ اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ڈاڑھی رکھنا متواتر ثابت ہے۔

کوئی بھی شخص جب سنت متواتر کی سنت سے انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ دونوں شخص مسئول عنہما توبہ کریں اور اس کے ساتھ ساتھ تجدید نکاح بھی کریں۔ استخفاف اور اہانت سنت کا موجب کفر ہونا تمام کتب میں مصرح ہے۔ انہوں نے یقیناً استخفاف سنت کیا ہے (۲۱)۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ مفتی محمودؒ، ج: ۱۰، ص: ۳۰۵، ۳۰۶، ط، اشتیاق اے مشتاق پریس لاہور)

---

(۲۱) في البزازية: والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر. (الفتاوى البزازيه، على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب الفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثالث في الأنبياء، ج: ٦، ص: ٣٢٨)

وفي الفتاوى التاتارخانية: من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبيا بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع: فيما يعود الى الأنبياء عليهم السلام، ج: ٧، ص: ٣٠٥، ط، مكتبة زكرياء بديوبند، الهند)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مايتعلق بالعلم والعلماء، ج: ٢، ص: ٢٧١)

(وكذا في مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ٢، ص: ٥٠٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين وأحكامهم، نوع آخر فيما يعود الى الانبياء، ج: ٥، ص: ٢٣٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

داڑھی کے بال توڑ کر پھینکنے کی حکمت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک رواج ہے کہ اگر داڑھی کا کوئی بال ٹوٹتا ہے، یا گرتا ہے تو اس کو توڑ کر پھینکتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ داڑھی کے بال کا توڑ کر ایک طرف ڈالنا یہ شرعاً کوئی بات ہے یا ویسے عوامی رواج ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: بخاری شریف میں ایک روایت کئی جگہ موجود ہے حضور ﷺ کو جو جادو کیا گیا تھا، وہ بالوں میں گرہ لگا کر کیا گیا تھا اور داڑھی کے بال چونکہ لمبے ہوتے ہیں، ان میں گرہ لگانا آسان ہوتا ہے، اس لئے جو لوگ داڑھی کے بال گرنے کے بعد اسے توڑ کر چھوڑ دیتے ہیں، شاید اسی وجہ سے کرتے ہوں گے کہ کسی دشمن کے ہاتھ نہ لگ سکے، اور اگر داڑھی کے بال توڑ کر ایک طرف ڈالنے والوں کا مقصد کوئی دوسرا ہے، تو وہی بتائیں گے، ہم کو معلوم نہیں کہ ان کا کیا مقصد ہے؟

عن عائشةؓ كان رسول اللهﷺ سحر حتى كان يرى أنه يأتي النساء، ولا يأتيهن.... و قال من طبه قال لبيد بن الأعصم رجل من بني زريق حليف ليهود، كان منافقاً، قال: وفيم، قال في مشط ومشاقة قال فاين؟ قال: في جف طلعة ذكر تحت رعوفة في بئر ذي أروان. (بخاري شريف، كتاب الطب، باب هل يستخرج السحر ٢/ ٨٥٨، رقم: ٥٥٤٠، ف: ٥٧٦٥)۔ فقط واللّٰه سبحانه وتعالىٰ اعلم۔ (فتاوى قاسميه، ج: ٢٣، ص: ٦٤٩، ط: مكتبه اشرفيه ديوبند)

ہر داڑھی والے کو مولانا کہنے کا حکم

سوال: آجکل ہمارے ہاں دستور ہوگیا ہے کہ جس کے چہرے پر تھوڑی بہت داڑھی کے بال ہوں اس کو مولانا کہہ دیا جاتا ہے اسی لقب کے ساتھ اس کو پکارا جاتا ہے شرعی مسئلہ بھی بعض دفعہ اس سے پوچھا جاتا ہے اس سے کوئی غلط کام سرزد ہوجائے تو اس کو بنیاد بنا کر علماء کو بدنام کیا جاتا ہے کیا شرعاً ہر کسی کو مولانا کہنا جائز ہے؟

جواب: مولانا، مولوی، مُلّا، یہ اتجائی ادب کے الفاظ ہیں۔ ان اشخاص کے لئے بولے جاتے ہیں جنہوں نے ماہر اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرکے ایک معتد بہ وقت گذار کر علوم نبویہ سے اپنے آپ کو آراستہ کیا ہو، قرآن وحدیث سے واقفیت اور احکام شرع سے مہارت حاصل کرلی ہو۔

ہر کس وناکس کو مولوی مولانا کا خطاب دینا، دینی مسائل کیلئے ان کی طرف رجوع کرنا ان کے اقوال وافعال کو سند بنانا یہ گمراہی کا ایک خطرناک دروازہ کھولنا ہے اس لئے ہر کسی کو مولانا کہنا جائز نہیں ہے۔

دین کے معاملات میں ہر کس وناکس کو مقتدا بنانا، ان پر اعتماد کرنا بھی جائز نہیں اس سے احتیاط کرنا نہایت ضروری ہے۔ پھر کسی ایک کی غلطی پر بلاوجہ علماء کی جماعت کو بدنام کرنا علماء اور شریعت کی توہین کرنا اور علماء کو سب وشتم کرنا آدمی کو کفر تک پہنچا دیتا ہے لما في العالمگيرية: ويخاف عليه الكفر اذا شتم عالماً او فقيها من غير سبب الخ.

اسی طرح جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری صورت شریعت مطہرہ کے مطابق

بنانے کی توفیق دی ہے، ان کو بھی چاہیے کہ شریعت کے بقیہ احکام پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں۔ دینی مسائل کو محقق وماہر علماء کرام سے معلوم کرتے رہیں، اگر کوئی دین کی بات پوچھے تو از خود جواب دینے کی بجائے علماء کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیں یا کسی ماہر مفتی سے پوچھ کر تب جواب دیں کہ فلاں مفتی صاحب نے اس مسئلہ کا حکم یہ بتایا ہے، خود سے جواب نہ دیں اور نہ ہی دوسروں کے کہنے کہلانے سے اپنے کو مولانا سمجھیں۔ (داڑھی اور بالوں کے احکام، ص:۳۵ تا ۳۷، ط، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

داڑھی کنگھی کرنے کے متعلق توہمات

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص داڑھی کے خشک بالوں میں کنگھی کرتا ہے تو وہ مفلس ہو جاتا ہے اور کھڑے ہو کر داڑھی میں کنگھی کرنے سے انسان مقروض ہو جاتا ہے۔ برائے مہربانی اس کے متعلق آگاہ فرمائیں۔

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی کو اسلام کے شعائر میں داخل ہونے کے ساتھ ساتھ مرد کی خوبصورتی اور جمال کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ داڑھی کے بالوں میں اکثر کنگھی فرمایا کرتے تھے، اسی لیے فقہائے کرام نے داڑھی کے منتشر اور پراگندہ ہونے کو خلاف مروت اور مکروہ قرار دیا ہے۔

صورت مسئولہ میں خشک داڑھی کو کنگھی کرنے سے مفلس اور کھڑے ہو کر کنگھی کرنے سے مقروض ہونے کا جو ذکر ہے، احادیث کی کتابوں میں تلاش بسیار کے باوجود اس کا کوئی حوالہ نہ مل سکا اور نہ ہی فقہائے کرام کی کتابوں میں نظر سے گزرا، البتہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی کی کتاب "نزہۃ المجالس" اردو ترجمہ کے صفحہ ۱۴۶ پر فائدے کے ضمن میں

وہب بن منبہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص پانی کے بغیر اپنی داڑھی میں کنگھی کرتا ہے، اس کا فقر بڑھتا ہے، جو کھڑے ہو کر کنگھی کرتا ہے تو قرض اس پر سوار ہو جاتا ہے اور جو بیٹھ کر کنگھی کرتا ہے اس کا قرض جاتا رہتا ہے، لیکن اس قول کے متعلق چند باتیں قابل توجہ ہیں:

۱: شریعت مطہرہ آسانی اور سہولت پر مبنی ہے، اور اس قول کے مطابق کنگھی کرنے کے لیے داڑھی کو گیلا کرنا اور اس کے لیے بیٹھ جانا بلا ضرورت تنگی ہے، جو شریعت میں مدفوع ہے۔

۲: عبدالرحمٰن صفوری ایک صوفی عالم ہیں، جنہوں نے احادیث اور اقوال کی جرح وتعدیل کیے بغیر اپنی کتاب میں جمع کیا ہے اور دیباچہ میں خود اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ "ظرافت آمیز قصے اور اہل خیر وصلاح کے حالات سننے سے چونکہ دل بڑا خوش ہوتا ہے، اس لیے ثواب کی امید سے انہیں جمع کیا ہے"۔ اس عبارت کو دیکھ کر مذکور کتاب کے کسی قول سے استدلال کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

۳: حدیث شریف میں بدفالی (بدشگونی) سے منع فرمایا گیا ہے اور شریعت میں اس کی سخت مذمت کی گئی ہے، اور یہاں ایک مباح اور مستحسن امر پر خواہ مخواہ بدفالی کا سہارا لیا گیا ہے۔

لہٰذا یہ دونوں باتیں محض توہم اور فکری کمزوری پر مبنی ہیں، جن پر اعتقاد سے احتراز ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلک:

﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾. [الحج: ٧٨]

ترجمہ: اور تم پر دین کے بارے میں تنگی نہیں ڈالی۔

عن أنس بن مالکؓ قال: کان رسول اللہ ﷺ یکثر دھن رأسہ وتسریح لحیتہ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سر مبارک کے بالوں میں کثرت سے تیل استعمال کرتے تھے اور کثرت سے داڑھی میں کنگھی فرماتے تھے۔

عن أنسؓ عن النبی ﷺ قال: لاعدوی ولا طیرة ویعجبنی الفال الصالح الکلمة الحسنة.

ترجمہ: حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: نہ ایک دوسرے کو بیماری لگنا حقیقت ہے اور نہ بدشگونی کی کوئی حقیقت ہے اور مجھے نیک شگونی اچھی معلوم ہوتی ہے، یعنی کسی اچھی بات سے نیک شگونی لینا اچھا ہے۔ (فتاوی عثمانیہ، ج: ۱۰، ص: ۱۵۶، ۱۵۷، ط، العصر اکیڈمی)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد یونس جونپوری صاحب نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: کنگھا کھڑے ہوکر کرنا چاہئے یا بیٹھ کر ایک امیر جماعت نے بتایا کہ کھڑے ہوکر کنگھا کرنے سے مفلسی آتی ہے ایک صاحب کہتے ہیں کھڑے ہوکر بیٹھ کر دونوں طرح کرسکتے ہیں۔

جواب: کنگھا کرنا ہر طرح جائز ہے چاہے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر کسی معتبر روایت میں کوئی صورت ہمارے علم میں منقول نہیں ہے صرف ایک غیر معتبر روایت

میں یہ آیا ہے کہ "من امتشط قائما رکبہ الدین". رواہ ابن عدی فی الکامل عن عائشة مرفوعاً. یعنی اگر کوئی کھڑے ہوکر کنگھا کرتا ہے تو اس پر قرض کا بوجھ لد جاتا ہے لیکن یہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے اس کی سند میں احمد بن عبد اللہ الہروی الجویباری اور وہب بن وہب ابو البختری ہیں اور دونوں کذاب دروغ گو ہیں اور موضوع (جعلی) روایتیں بنانے والے ہیں اسی لئے حافظ ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوعات ۳/۵۴ میں داخل کیا ہے علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعة ۱/۲۶۸ اور اپنی دیگر تالیفات میں اور علامہ ابن عراق نے تنزیہ الشریعة ۲/۲۶۹ میں ان کی موافقت کی ہے۔ (نوادر الفقہ، ص: ۱۵۷، ط، ادارہ افادات اشرفیہ لکھنؤ الہند)

فی اللآلی المصنوعة: (ابن عدی) حدثنا أحمد بن حفص حدثنا أحمد بن بھرام انبانا أحمد بن عبداللہ الھروی عن أبی البختری عن ھشام بن عروة عن عائشةؓ مرفوعاً من امتشط قائماً رکبہ الدین، موضوع: الھروی ھو الجویباری و أبو البختری وھب بن وھب کذابان. (اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة، کتاب اللباس، ج: ۲، ص: ۲٦٨، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

داڑھی اور اس کی مقدار اطباء وحکماء کی نظر میں

اب تک داڑھی کے شرعی پہلو کے اعتبار سے بحث کی گئی ہے، اور اگر طبی پہلو سے غور کیا جائے تو طبی اعتبار سے بھی داڑھی کی افادیت اور اس کے منڈانے کا ضرر اور نقصان طے شدہ ہے۔

چنانچہ قدیم طب میں تو یہ بات پہلے ہی طے شدہ تھی کہ داڑھی مرد کے لیے زینت اور گردن وسینہ کے لیے بڑی محافظ ہے، مگر بعد کے تحقیق دانوں کی تحقیق سے بھی معلوم ہوا کہ داڑھی صحت کے لیے انتہائی مفید چیز ہے، اور اس کو منڈانے سے صحت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

داڑھی کے موجود ہونے سے مضر جراثیم حلق اور سینے میں پہنچنے سے رُکے رہتے ہیں۔

اور اس کے برعکس متعدد ماہرین کی رائے کے مطابق داڑھی منڈانے سے مردانہ قوت میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

اور اسی وجہ سے ان کا کہنا ہے کہ اگر سات نسلوں تک داڑھی منڈانے کی عادت قائم رہے تو آٹھویں نسل بغیر داڑھی کے پیدا ہوگی۔

داڑھی مونڈنے سے دماغ پر بُرا اثر پڑتا ہے، اور دماغ کمزور ہوجاتا ہے، اور دیگر کئی دماغی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

داڑھی منڈانے سے پھیپھڑوں کی متعدد بیماریاں (مثلاً نمونیہ، سل وغیرہ) پیدا ہوتی ہیں۔

داڑھی کو بار بار مونڈنے سے آنکھوں کی رگوں پر بُرا اثر پڑتا ہے، اور نظر کمزور ہوجاتی ہے (جس کی آج کل اکثر لوگوں کو شکایت ہے)

اور اگر داڑھی کو ایک مٹھی کے بالوں کا اوپر والا حصہ پتلا چلا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں سر میں اثر پیدا ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے عقل اور دماغ میں فتور اور کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

حکماء عقلاء نے بھی داڑھی کے متعلق شریعت کی معتدل تعلیم کو عقل ونظر میں انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ (داڑھی کا شرعی حکم، ص: ۱۳۸، ۱۳۹، ط، مطبوعہ ادارہ غفران، راولپنڈی)

اس بحث میں سب سے زیادہ واضح تحریر امریکن ڈاکٹر چارلس ہومر کی ہے جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا بلفظ ترجمہ ایک مضمون نگار نے داڑھی مونڈنے کے لئے برقی سوئیاں ایجاد کرنے کی مجھ سے فرمائش کی ہے تاکہ وہ تمام وقت جو داڑھی مونڈنے کی نظر ہوتا ہے بچ جائے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر داڑھی کے نام سے لوگوں کو لرزہ کیوں چڑھتا ہے لوگ جب سروں پر بال رکھتے ہیں تو پھر چہرہ پر ان کے رکھنے میں کیا عیب ہے۔

کسی کے سر پر اگر کسی جگہ کے بال اُڑ جائیں تو اسے اس گنج کے اظہار سے شرم آیا کرتی ہے لیکن یہ عجب تماشا ہے کہ اپنے پورے چہرے کو خوشی سے گنجا کر لیتے ہیں اور اپنے کو داڑھی سے محروم کرتے ذرا نہیں شرماتے جو کہ مرد ہونے کی سب سے زیادہ واضح علامت ہے۔ [ماخوذ داڑھی کا وجوب]۔ (داڑھی اور بالوں کے احکام، ص: ۶۱، ط، مکتبہ عمر فاروق)

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ تمام مسلمانوں کو شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطاء فرمائے اور جناب نبی کریم ﷺ کی طرح صورت، شکل لباس، وضع قطع، رہن سہن اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین هو نعم الوكيل]

مرزا قتیل کا ایک واقعہ

داڑھی منڈے لوگوں کو یہ محبوب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا نہ پہنچے مگر دشمنان رسول ﷺ کی شکل وصورت اختیار کرنا منظور ہے، تف ہے ایسے فیشن پر، بزرگوں سے ایک

واقعہ سنا ہے وہ بھی قابل ذکر ہے اور لائق عبرت ہے وہ یہ کہ مرزا قتیل ایک ہندوستانی شاعر تھے انہوں نے ایک عارفانہ نظم لکھی جو کسی طرح ایران پہنچ گئی وہاں ایک صاحب بہت متاثر ہوئے اور با قاعدہ مرزا قتیل کی زیارت کرنے کے لئے ہندوستان آئے جب مرزا قتیل کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ داڑھی منڈا رہے ہیں حیرت میں رہ گئے اور مرزا قتیل سے کہا کہ آغا ریش می تراشی؟ (کہ آپ داڑھی تراش رہے ہیں؟) مرزا قتیل نے جواب دیا کہ بلے ریش می تراشم، دل کسی رانمی تراشم (ہاں میں داڑھی تراشتا ہوں کسی کا دل نہیں چھیلتا ہوں) اس نو وارد نے کہا بلے دل رسول اللہ سے خراشی (کہ ہاں رسول اللہ ﷺ کے دل کو چھیلتے ہو) یہ سن کر مرزا قتیل کو ہوش آیا اور فوراً اقرار گناہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

جزاک اللہ چشم باز کر دی
مرا با جان جاں ہمراز کر دی

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے، تو نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے محبوب سے باخبر کر دیا) داڑھی منڈانے والے اپنی اس حرکت کو معمولی چیز سمجھتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ کس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ اور کس کی صورت سے عملاً بیزار ہو رہے ہیں۔ (داڑھی ایک اسلامی شعار ص: ۴۰، طا میمن اسلامک پبلشرز کراچی)

مونچھوں کا بیان

مونچھوں کا صاف کرنا (یعنی منڈانا) افضل ہے

عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یقص او یاخذ من شاربہ و کان ابراھیم خلیل الرحمٰن یفعلہ.

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے مونچھیں کترتے تھے (راوی کو الفاظ میں شک ہے) آپ فرماتے: کہ رحمٰن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

عن زید بن ارقم ان رسول اللہ ﷺ قال: من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا. (رواھما الترمذی)

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی مونچھیں نہیں لیتا تو وہ ہم میں سے نہیں (یعنی ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں)۔

حضرت مولانا مفتی محمد طارق صاحب (استاذ الحدیث جامعہ فریدیہ اسلام آباد) ان مذکورہ بالا احادیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

احادیث میں مونچھیں تراشنے کے بارے میں مختلف الفاظ منقول ہیں بعض روایات میں "قص الشارب" کے الفاظ ہیں کہ مونچھیں تراشی جائے اور حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں "احفوا الشوارب" بعض روایات میں "انھکوا الشوارب" اور صحیح مسلم کی روایت میں "جزوا الشوارب" کے الفاظ ہیں۔ "الاحفا" کے معنی ہیں جڑ سے اکھاڑنا "انھک" کے معنی ہیں خوب مبالغہ کے ساتھ صاف کرنا اور "جز"

کاٹنے اور کترنے کو کہتے ہیں۔

ان مختلف الفاظ کی وجہ سے ائمہ کرام میں اختلاف ہے کہ مونچھیں کاٹنے کا مسنون طریقہ حلق کرانا ہے یا قینچی سے کترنا یا یہ کہ دونوں طریقوں میں اختیار ہے۔

امام مالک اور امام نووی رحمہم اللہ قص الشارب کی وجہ سے یہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ مونچھیں قینچی وغیرہ سے اس قدر باریک تراشی جائیں کہ کھال نظر آنے لگے اور ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے، جڑ سے نہ اکھیڑی جائیں۔ ان کا حلق کرانا ان کے نزدیک مسنون نہیں بلکہ امام مالک رحمہ اللہ نے اسے بدعت اور مثلہ قرار دیا ہے اور "احفوا الشوارب" کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ مونچھیں اس قدر تراشی جائیں کہ ہونٹوں کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔ انہیں بلیڈ یا استرے وغیرہ سے صاف کرانا مراد نہیں۔ جبکہ جمہور علماء کے نزدیک مونچھیں تراشی جائیں یا انہیں استرے وغیرہ سے صاف کیا جائے دونوں صورتیں مسنون ہیں، لہٰذا ان میں سے جو نسی صورت بھی اختیار کی جائے اس سے سنت ادا ہو جاتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی دونوں طریقے منقول ہیں چنانچہ امام طحاویؒ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مونچھوں کا جڑ سے صاف کرنا نقل کیا ہے جن میں حضرت ابو سعید خدریؓ، ابو اسیدؓ، رافع بن خدیجؓ، سہلؓ بن سعد، عبداللہ بن عمرؓ، جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت ابوھریرۃؓ شامل ہیں۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ امام نوویؒ نے جو "احفاء" کے معنی بیان کیے ہیں کہ مونچھیں اس طرح تراشی جائیں کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔" یہ معنی کسی بھی لغت کی کتاب سے ثابت نہیں، بلکہ صحاح، قاموس اور کشاف وغیرہ میں "احفاء" کے معنی استیصال ہی کے لکھے ہیں کہ جڑ سے بالوں کو صاف کر دیا جائے، اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "ان رسول اللہ ﷺ کان یحفی

شاربه" کہ نبی کریم ﷺ اپنی مونچھیں جڑ سے صاف کرتے تھے۔ اور جن روایات میں قص کے الفاظ ہیں وہ احفاء کی روایات کے منافی نہیں۔ کیونکہ قص کبھی تو اس مبالغہ کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ "احفاء" میں داخل ہو جاتا ہے اور کبھی صرف مونچھیں تراشی جاتی ہیں اور "احفاء" والی روایت میں صرف ایک ہی جہت متعین ہے کہ مونچھیں استرے وغیرہ سے صاف کی جائیں یہی وجہ ہے کہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ انسان کو اختیار ہے چاہے تو وہ مونچھیں تراشے یا انہیں استرے وغیرہ سے صاف کر لے ہر صورت میں سنت ادا ہو جاتی ہے، احناف کے نزدیک تراشنے کے بجائے جڑ سے مونچھوں کو صاف کرنا افضل ہے۔ (معارف الترمذی، ج:۲، ص:۵۸۷ تا ۵۸۹)

فی نیل الاوطار: وقد اختلف الناس فی حد ما یقص من الشارب وقد ذهب کثیر من السلف الی استئصاله و حلقه لظاهر قوله ﷺ "احفوا" و "انهکوا" وهو قول الکوفیین وذهب کثیر منهم الی منع الحلق والاستئصال، والیه ذهب مالک، و کان یریٰ تا دیب من حلقه و رویٰ ابن القاسم عنه انه قال احفاء الشارب مثلة.

قال النووی: المختار انه یقص حتیٰ یبدو طرف الشفة ولا یحفه من اصله، قال واما روایة احفوا الشوارب فمعناها احفوا ماطال عن الشفتین وکذلک قال مالک فی المؤطا یوخذ من الشارب حتیٰ تبدو اطراف الشفة.

و قد رویٰ النووی فی شرح مسلم عن بعض العلماء انه ذهب الی التخییر بین الامرین، والاحفاء وعدمه، وروی الطحاوی الاحفاء عن جماعة

من الصحابة: ابی سعیدؓ و ابی اسیدؓ ورافعؓ بن خدیج و سهل بن سعدؓ و عبداللهؓ بن عمرؓ و جابرؓ و ابی هریرةؓ..الخ.

و الاحفاء ليس كما ذكره النووی من ان معناه احفوا ماطال عن الشفتين بل الاحفاء، استئصال كمافی الصحاح و القاموس و الكشاف وسائر كتب اللغة و رواية القص لاتنافيه، لان القص قديكون على جهة الاحفاء و قد لايكون، ورواية الاحفاء معينة للمراد و كذلک حديث الباب الذی فيه من لم ياخذ من شاربه فليس منا لا يعارض رواية الاحفاء، لان فيها زيادة يتعين المصير اليها و لو فرض التعارض من كل وجه لكانت رواية الاحفاء ارجح لانها فی الصحيحين. (نيل الاوطار من أسرار منتقى الأخبار، الباب السادس، باب أخذ الشارب واعفاء اللحية، ج:۱، ص: ۴۳۱ تا ۴۳۳، ط، دار ابن الجوزی/و تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، باب ماجاء فی قص الشارب، ج:۸، ص:۴۲،۴۳، ط، دار الفكر)

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں اہل مدینہ کا مذہب

علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ مونچھوں کا کترنا، مونچھوں کے منڈانے سے افضل ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جماعت سے مراد حضرت سالم اور سعید بن المسیب اور عروۃ بن زبیر و جعفر بن زبیر اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں یہ تمام حضرات فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ مونچھوں کے کترنے کو منڈانے پر ترجیح دی جائے

اور ان حضرات کے علاوہ حضرت عطاء بن ابی رباح، حمید بن ہلال و حسن بصری و محمد بن سیرین رحمہم اللہ تعالیٰ حضرات کا بھی یہی رائے ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی یہی ہے۔

فقال الطحاوی: ذهب قوم من اهل المدينة الى ان قص الشارب هو المختار على الاحفاء، قلت: اراد بالقوم هولاء سالما و سعيد بن المسيب وعروة بن الزبير وجعفر بن الزبير وعبيدالله بن عبدالله بن عتبة وابابكر بن عبدالرحمٰن بن الحارث فانهم قالوا: المستحب هو ان يختار قص الشارب على احفائه، واليه ذهب حميد بن هلال و الحسن البصری و محمد بن سيرين و عطاء بن ابی رباح وهو مذهب مالک ايضا. (عمدة القاری، كتاب اللباس، باب قص الشارب، ج: ۲۲، ص:۶۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب

علامہ قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن العربی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مونچھوں کو اس طرح تراشا جائے کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ مونچھوں کو منڈانے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، پس امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا کترنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ اوپر کے ہونٹ کے کنارے سے

موچھوں کو تراشا جائے۔

علامہ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر النمری الاندلسی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ موچھوں کو منڈانے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے پس امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ موچھوں کا کترنا سنت ہے۔

علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث الباجی الاندلسی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ "قص الشارب" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موچھوں کو اس طرح تراشا جائے کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔

قوله: (و قص الشارب): قال مالک یوخذ منه حتیٰ یبدو طرف الشفة. وقال ابن القاسم کذلک عنه. (المسالك في شرح موطا امام مالك، باب ماجاء السنة في الفطرة، ج:۷، ص:۳۲۵، ط، دار الغرب الاسلامي)

و قد اختلف العلماء فی حلق الشارب: فکان مالک یقول السنة قص الشارب و هو اخذه من الاطار و هو طرف الشفة العلیا. (المسالك، باب السنة في الشعر، ج: ۷، ص:۴۷۳، ط، دار الغرب الاسلامي)

وقد اختلف العلماء فی حلق الشارب: فکان مالک یقول: السنة قص الشارب. (الاستذكار شرح موطا امام مالك، كتاب الشعر، باب السنة في الشعر، ج:۲۷، ص:۶۰، ط، دار قتيبة بيروت)

(فصل): وقوله وقص الشارب قال مالک یوخذ منه حتیٰ یبدو طرف الشفة وقال ابن القاسم عنه. (المنتقى شرح موطا امام مالك، باب ماجاء السنة في الفطرة، ج:۷، ص:۲۳۲، ط، دار الكتاب القاهر)

خلاصہ: لہٰذا فقہاء مالکیہؒ کے نزدیک موچھوں کو کاٹنے کے بارے میں "قص الشارب" ہی سنت ہے اور جن احادیث میں "احفاء" کا لفظ آیا ہے، امام مالکؒ کے نزدیک "احفاء" یہ ہے کہ اطار ظاہر ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ موچھوں کو اس طرح تراشا جائے کہ اوپر کے ہونٹ کے کنارے کی سرخی ظاہر ہو جائے۔

"قال الباجی: روی ابن القاسم عن مالک ان تفسیر الاحفاء انما هوان یبدو الاطار وهوما احمرمن طرف الشفة". (اوجز المسالك شرح موطا امام مالك، كتاب الشعر، باب السنة في الشعر، ج:۱۷، ص:۶، ط، دار القلم دمشق)

روی ابن القاسم عن مالک ان تفسیر حدیث النبی صلی اللہ علیه و سلم فی احفاء الشوارب انما هو ان یبدو الاطار، و هوما احمر من طرف الشفة.....الخ. (احكام الطهارة، ص:۳۲۴)

لفظ "احفاء" کی تحقیق

جاننا چاہیے کہ "احفاء" کا جو معنی فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے یہ معنی عند الاحناف و عند اہل اللغہ درست نہیں، اس لیے کہ بقول علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ معنی (کہ موچھوں کو اس طرح تراشا جائے کہ (اوپر کے) ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں) کسی بھی لغت کی کتاب سے ثابت نہیں، بلکہ صحاح، قاموس اور کشاف وغیرہ میں احفاء کے معنی استیصال ہی کے لکھے ہیں۔ (کمامر)

نیز علامہ ابن عبد البر المالکی وعلامہ ابن العربی المالکی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی اہل لغت سے "احفاء" کا معنی استیصال بالحلق ہی نقل کیا ہے۔

واما الاحفاء: فهو عند اهل اللغة الاستئصال بالحلق. (الاستذكار شرح موطا امام مالك، كتاب الشعر، باب السنة في الشعر، ج:۲۷، ص: ۶۰، ط، دار قتيبة بيروت)

و هو عند اهل اللغة الاستئصال بالحلق. (المسالك، باب السنة في الشعر، ج: ۷، ص: ۴۷۳، ط، دار الغرب الاسلامي)

اوراس کےعلاوہ کثیر تعداد میں سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی بھی یہی رائے ہے کہ احفاء سے مراد استئصال اور حلق ہی ہے اور یہی قول اہل کوفہ کا بھی ہے۔

وقد اختلف الناس في حد مايقص من الشارب فذهب كثير من السلف الى استئصاله وحلقه لظاهر قوله "احفوا" و هو قول الكوفيين. (بلوغ الاماني من اسرار الفتح الرباني مع الفتح الرباني لترتيب مسند الامام احمد بن حنبل الشيباني، باب أخذ الشارب واعفاء اللحية، ج: ۱۷، ص: ۳۱۳، ۳۱۴، ط، دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

وذهب آخرون الى استحباب حلقه كله لظاهر حديث الصحيحين عن ابن عمرؓ رفعه خالفوا المشركين و وفروا اللحىٰ واحفوا الشوارب ....الخ. (شرح الزرقاني على الموطا، باب ماجاء السنة في الفطرة، ج: ۴، ص: ۱۲۷، المطبعة الخيرية)

قوله : (امر باحفاء الشوارب): الاحفاء في اللغة الافراط في الشي ويقال: سأل فاحفى وفلا ن حفي بفلان، اذا كان يكثر من بره ولذلك رأى اهل العراق استئصال بالحد. (التعليق على الموطا، كتاب الشعر، باب السنة في الشعر، ج: ۲، ص: ۳۶۱، ط، مكتبة العبيكان)

قال الطبرى: اختلف السلف في صفة الشارب فقال بعضهم، الاحفاء الاخذ من الاطار وقال آخرون، الاحفاء حلقه كله ..... وهو قول الكوفيين و قالوا الاحفاء هو الحلق. (شرح صحيح البخارى لابن بطال، باب قص الشارب، ج: ۹، ص: ۱۴۴، ط، مكتبة الرشد رياض)

قال ابن الملقن: وقال آخرون: الاحفاء حلقه كله.....وهو قول الكوفيين وقالوا: احفاء وهو الحلق، و الحلق افضل من التقصير في الرأس والشارب.... الخ. (التوضيح شرح صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار، ج: ۲۸، ص: ۱۱۲، ط، دار النوادر دمشق)

فقال الطحاوى: قص الشارب حسن والحلق سنة وهو احسن من القص وهو قول ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد لحديث احفوا الشوارب. (المنهل المورود شرح سنن ابى داؤد، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، ج: ۱، ص: ۱۸۵، ط، مؤسسة التاريخ العربى بيروت لبنان)

واختلف في حد مايقص من الشارب فذهب كثير من السلف الىٰ استئصاله و حلقه، لظاهر حديث ابن عمرؓ ان النبيﷺ قال احفوا الشوارب واعفوا اللحى، اخرجه مسلم والنسائى والترمذى وصححه. و قال الحنفيون: قص الشارب حسن والحلق أحسن. وقال أحمد: الأحفاء أولى من القص......واحتج المحفون بأحاديث الأمر بالاحفاء، وهى صحيحة. (الدين الخالص، باب سنن الفطرة، ج: ۱، ص: ۱۸۶، ۱۸۷)

فقہاءِ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاءِ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے مختلف اقوال منقول ہیں:

قولِ اول: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو اس طرح کاٹا جائے کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور ان کو جڑ سے صاف نہ کیا جائے، فقہاءِ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے بعض دوسرے حضرات نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے، لیکن علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ علامہ نوویؒ نے اس قول کو مذہب (یعنی اپنے مسلک) سے نقل کیا ہے یا اس قول کو امام مالکؒ کے مذہب سے اختیار کر کے کہا ہے، لیکن علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ نوویؒ نے (المجموع) شرح المہذب میں کہا ہے کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔

واما قص الشارب فسنة ايضاً...واما حد مايقصه فالمختار انه يقص حتى يبدو طرف الشفة ولايحفه من اصله واما روايات احفوا الشوارب فمعناها احفوا ما طال على الشفتين . والله اعلم . (المنهاج شرح المسلم للنووی، ج: ۱، ص: ۱۲۹)

قال النووى : ثم ضابط قص الشارب ان يقص حتى يبدو طرف الشفة ولا يحفه من اصله هذا مذهبنا. (المجموع شرح المهذب، ج: ۱، ص: ۲۸۷)

وان يقص الشارب حتى يبين حد الشفة بياناً ظاهراً ولايحفيه من اصله.

قال فى المجموع: وماجاء فى الحديث من الامر بحف الشوارب محمول على حفها من طرف الشفة. (مغنى المحتاج الى معرفة معانى ألفاظ المنهاج، كتاب الأضحية، ج: ٦، ص: ١٤٤، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وان يقص الشارب حتى يتبين طرف الشفة بياناً ظاهراً ولايحفيه من اصله. (حواشى تحفة المنهاج بشرح المنهاج، ج: ۹، ص: ۳۷۵)

قال النووى: المختار فى قص الشارب انه يقصه حتى يبدو طرف الشفة ولايحفه من اصله واما رواية "احفوا" فمعناها ازيلوها ماطال على الشفتين، قال ابن دقيق العيد: ما ادرى هل نقله عن المذهب أو قاله اختياراً منه لمذهب مالك، قلت: صرح فى "شرح المهذب" بان هذا مذهبنا. (فتح البارى، كتاب اللباس، باب قص الشارب، ج: ۱۰، ص: ۳۵۹، ط، مكتبة الملك فهد)

قولِ ثانی: امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں، میں نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی تصریح نہیں پائی البتہ اس کے اصحاب میں سے امام مزنی اور امام ربیع رحمہما اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ وہ دونوں مونچھوں کو جڑ سے صاف کرتے تھے تو یہ دلیل ہے کہ ان دونوں حضرات نے اسے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لیا ہے۔

علامہ ابن عبد البر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ اور ان دونوں کے اصحاب فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا حلق کرنا، مونچھوں کے کترنے سے افضل ہے۔

علامہ شوکانی اور علامہ ابو العلی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقہا مالکیہ میں سے بعض حضرات نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ مونچھوں کے حلق کے بارے میں ان کا مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی طرح ہے۔

علامہ ابن خویز منداذؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ مونچھوں کے حلق کے بارے میں ان کا مذہب حنفیہ کے مذہب کی طرح ہے (یعنی مونچھوں کا حلق کرنا، کترنے سے افضل ہے)۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ "قص الشارب" کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اور یہ تصریح کہ حلق نہ کیا جائے، برخلاف امام شافعیؒ کے، اس لئے کہ ان کا قول یہ ہے کہ حلق کیا جائے اور انہوں نے احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ سے دلیل لی ہے۔

و قال الطحاوی لم نجد عن الشافعی فی هذا شیئا منصوصاً واصحابه الذین راینا هم المزنی والربیع کانا یحفیان شواربهما، ذلک یدل علی انهما اخذا ذلک عن الشافعی و ذکر ابن خویز منداد موافقة الشافعی للکوفیین.....الخ. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ص: ۴۰۲، ج: ۳)

وقال الشافعی وابو حنیفة واصحابهما: احفاء الشارب وحلقه واستئصاله افضل من تقصیره وقصه. (الاستذکار شرح موطا امام مالک کتاب الشعر، باب السنة فی الشعر، ج:۲۷، ص: ۶۲، ط، دار قتیبة بیروت)

قال الطحاوی ولم نجد نصاعن الشافعی واصحابه الذین رأیناهم منهم الربیع و المزنی یحفیان شاربهما وماظنهم اخذوا ذلک الا عنه واما

ابو حنیفة واصحابه فعندهم الاحفاء فی الرأس و الشارب افضل من التقصیر وذکر ابن خویز منداد عن الشافعی کالحنفی سواء.....الخ. (شرح الزرقانی علی الموطا، باب ماجاء السنة فی الفطرة، ج: ۴، ص: ۱۲۷، المطبعة الخیریة)

وذکر بعض المالکیة عن الشافعی ان مذهبه کمذهب ابی حنیفة فی حلق الشارب قال الطحاوی ولم اجد عن الشافعی شیئا منصوصاً فی هذا...الخ. (تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، باب ماجاء فی قص الشارب، ج:۸، ص:۴۲، ط، دار الفکر)

وذکر بعض المالکیة عن الشافعی ان مذهبه کمذهب ابی حنیفة فی حلق الشارب.....الخ. (نیل الاوطار من أسرار منتقی الأخبار، الباب السادس، باب أخذ الشارب واعفاء اللحیة، ج:۱، ص: ۴۳۱، ۴۳۲، ط، دار ابن الجوزی)

(الثالث): قص الشارب وهذا نص فی انه لایحلق خلافاً للشافعی فی قوله انه یحلق و احتج بقوله احفوا الشوارب و اعفوا اللحیٰ...الخ. (عارضة الاحوذی، أبواب الادب، ج: ۱۰، ص: ۲۱۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

خلاصہ: ان مذکورہ بالا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں شوافع حضرات سے مختلف اقوال منقول ہیں، ان حضرات کا ایک قول یہ ہے کہ مونچھوں کو اس طرح کاٹا جائے کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور ان کو جڑ سے صاف نہ کیا

جائے اس قول کو فقہاء شافعیہ میں سے علامہ نوویؒ اور بعض دیگر حضرات نے اختیار کیا ہے اور فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور اس کے علاوہ امام شافعیؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کا منڈانا، مونچھوں کے کترنے سے افضل ہے۔"کماقال العلامة ابن عبدالبرؒ وغیرہ"۔

فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی مختلف اقوال منقول ہیں، ان حضرات (فقہاء حنابلہ) کا ایک قول یہ ہے کہ مونچھوں کا کترنا سنت ومستحب ہے اور وہ یہ ہے کہ مونچھوں کو اوپر کے ہونٹ کے کنارے سے کاٹا جائے۔ لہٰذا فقہاء حنابلہ میں سے بعض حضرت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

وسن الادھان غباء والاکتحال وتراً، والاستحداد، وقص الشارب.

قال ابو عبداللّٰه تحته: قوله: (وقص الشارب) ای ویسن قص الشارب، وھو قطع اطراف شعره بالمقص، والشارب ھو النابت علی الشفة العلیا، وقد ورد فی حدیث ابی ھریرةؓ الفطرة خمس وقص الشارب. (الفقه الطلیل شرح التسھیل، باب السواك وسنن الفطرة، ج: ۱، ص: ۱۰۵، ط، مکتبة الرشد)

ویستحب قص الشارب لانه من الفطرة ویفحش اذا طال وروی زید بن ارقمؓ قال قال رسول اللّٰهﷺ من لم یاخذ شاربه فلیس منا، رواه

الامام احمد والنسائی والترمذی و قال حدیث حسن صحیح. (فتح الملك العزیز بشرح الوجیز، ج: ۱، ص: ۲۳۳ کتاب الطھارة، فصل الفطرة، ج: ۱، ص: ۲۲٤، دار خضر بیروت لبنان/ وکذا فی الشرح الکبیر و معه المقنع، باب السواك، وسنة الوضوء، ج: ۱، ص: ۲۵۵)

فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کا کترنا بھی سنت ہے اور مونچھوں کا جڑ سے صاف کرنا بھی سنت ہے البتہ مونچھوں کا جڑ سے صاف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

قاضی دمشق شیخ الاسلام ابوالنجا شرف الدین الحجاوی المقدسی الحنبلی اور علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے اکھیڑا جائے یا کترا یا جائے البتہ مونچھوں کا جڑ سے اکھاڑنا زیادہ بہتر ہے۔

علامہ حمزہ محمد قاسمؒ نے شرح بخاری میں مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ مونچھوں کو منڈایا جائے۔

اور اس کے علاوہ علامہ عبدالرؤف المناویؒ نے بھی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ("جامع الصغیر" علامہ سیوطیؒ کی تالیف ہے) میں حنابلہ وحنفیہ کا مذہب یہی نقل کیا ہے کہ مونچھوں کا منڈانا سنت ہے۔

علامہ علی بن البحاء الحنبلی اور علامہ علاء الدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرداوی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن ابی موسیٰ اور اس کے علاوہ ہمارے علماء (فقہاء حنابلہ) میں سے بعض دوسرے حضرات نے مونچھوں کا جڑ سے اکھاڑنے کو ترجیح دی ہے۔

علامہ ابن نجار الفتوحی الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ "فروع" میں ہے کہ مونچھوں کو

منڈایا جائے۔ خلاف امام مالکؒ کے، یا مونچھوں کو کترایا جائے، البتہ مونچھوں کا منڈانا زیادہ بہتر ہے اور اس میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت بھی ہے۔

علامہ ابن عبد البر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب نے مونچھوں کے منڈانے میں امام مالکؒ سے اختلاف کیا ہے۔ (یعنی ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا منڈانا افضل ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو منڈایا نہ جائے بلکہ صرف کترایا جائے۔ واللہ اعلم)

ویسن حف الشارب او قص طرفه وحفه اولى في المنصوص.....الخ. (الاقناع في فقه الامام احمد بن حنبلؒ، كتاب الطهارة، باب السواك وغيره، ج:۱، ص:۲۰، ط، دار المعرفة بيروت لبنان/ و كذا في كتاب الفروع، كتاب الطهارة، باب السواك وغيره، ج:۱، ص:۱۵۱، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

وذهب ابوحنيفة واحمد ان السنة هي حلق الشارب واحفاؤه كما تقلم. (منار القارى شرح مختصر صحيح البخارى، باب تقليم الأظفار، ج:۵، ص:۲۳۷، ط، مكتبة دار البيان)

واخذ الحنفيه والحنابله بظاهر الخبر فسنوا حلقه. (فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج:۱، ص:۱۹۸، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

و اختار ابن ابى موسى وغيره من علمائنا: احفافه من اصله، و لاباس ان يوخذ من حاجبيه اذا طال بالمقراض. (فتح الملك العزيز بشرح الوجيز، كتاب الطهارة، فصل الفطرة، ج:۱، ص:۲۲۴، دار خضر بيروت لبنان)

واختار ابن ابى موسى وغيره احفاءه من اصله. انتهى. (الانصاف، باب السواك، ج:۱، ص:۱۲۲)

قال في الفروع: و يحف شاربه خلافاً لمالك او يقص طرفه وحفه اولى في المنصوص وفاقاً لابى حنيفة والشافعى. (معونة اولى النهى شرح المنتهى، باب السواك، ج:۱، ص:۲۳۴، ۲۳۵، ط، مكتبة الاسدى مكة المكرمة)

قال ابوعمر: خالف ابو حنيفةؒ والشافعيؒ واحمدؒ بن حنبل واصحابهم مالكاً في احفاء الشوارب. (الاستذكار، باب ماجاء في السنة في الفطرة، ج:۲۶، ص:۲۴۲، ط، دار قتيبة بيروت)

خلاصہ: مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک قول یہ ہے کہ مونچھوں کا کترنا سنت و مستحب ہے اور اس کے علاوہ فقہاء حنابلہؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کا کترنا بھی سنت ہے اور مونچھوں کا منڈانا بھی سنت ہے، البتہ مونچھوں کا منڈانا زیادہ بہتر ہے، اس لیے کہ اس میں امام ابوحنیفہ و امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت بھی ہے۔ کما قال العلامة ابن نجار الفتوحى الحنبلىؒ في المعونة.

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی مختلف اقوال منقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مونچھوں کو قینچی وغیرہ سے کترایا جائے۔ متاخرین مشائخ حنفیہ میں سے بعض بزرگوں نے اسی قول کو اختیار کیا ہے علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے ''بدائع''

میں اسی قول کو صحیح کہا ہے۔

واختلف فی المسنون منهما و المذهب عند بعض المتأخرین من مشایخنا انه القص، قال فی البدائع وهو الصحیح، وقال الطحاوی: القص حسن والحلق احسن وهو قول علمائنا الثلاثة. (النهر الفائق، ج: ۲، ص: ۱۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کو اس طرح ترا شا جائے کہ مونچھیں بھووں کے مانند ہو جائیں۔

وینبغی أن یاخذ الرجل عن شاربه حتی یوازی الطرف العلیامن الشفة العلیا و یصیر مثل الحاجب. (فتاوی قاضی خان علی هامش عالمگیریه، ج: ۳، ص: ۴۱۱)

وینبغی للرجل ان یاخذ من لحیته اذا طالت......ویاخذ من شاربه حتی یصیر کالحاجب. (فتاوی بزازیه علی هامش عالمگیریه، ج: ۶، ص: ۳۷۷/ وکذافی فتاوی تاتارخانیه، ج: ۱۸، ص: ۲۱۰، ط، مکتبة زکریا دیوبند)

مونچھیں اتنی کاٹی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے یہ صورت بالاجماع سنت ہے۔

والقص منه حتی یوازی الحرف الاعلی من الشفة العلیا سنة بالاجماع. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة، ج: ۹، ص: ۵۸۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کو منڈایا جائے اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ وزفر وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی ہے، نیز مذاہب شوافع وحنابلہ کے بیان میں بھی گزر چکا ہے کہ مونچھوں کا منڈانا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سنت ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک جماعت کا مذہب یہ کہ مونچھوں کا کترنا مونچھوں کے منڈانے سے افضل ہے، لیکن اس جماعت کے برخلاف جمہور اسلاف، اہل کوفہ اور امام مکحول، محمد بن عجلان ونافع مولیٰ بن عمر وابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ حضرات کی رائے یہ ہے کہ مونچھوں کے کترنے سے مونچھوں کا منڈانا افضل ہے۔

وقال الطحاوی: وخالفهم فی ذلک آخرون، فقالوا: بل یستحب احفاء الشوارب ونراه افضل من قصها، قلت: اراد بقوله: الآخرون، جمهور السلف منهم، اهل کوفه ومکحول ومحمد بن عجلان و نافع مولی ابن عمر وابو حنیفه وابو یوسف ومحمد رحمهم الله. فانهم قالوا: المستحب احفاء الشارب وهو افضل من قصها. (عمدة القاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج: ۲۲، ص: ۶۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

بدعت کا قول ضعیف اور غیر معتبر ہے

مونچھوں کو منڈانے کے بارے میں علامہ حصکفیؒ نے درمختار میں ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مونچھوں کا منڈانا بدعت ہے۔

وفیہ حلق الشارب بدعة. (الدرمختار ومعہ ردالمحتار، ج: ۹، ص: ۵۸۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

لیکن یہ قول ضعیف ہے، اس لئے کہ علامہ حصکفیؒ نے اسی مذکورہ (بدعت کے) قول کو "الدرالمنتقی" میں "قیل" کے ساتھ نقل کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(و السنة تقلیم الاظافیر)....(و نتف الابط وحلق العانة والشارب) وقیل حلقه بدعة. (الدر المنتقی فی شرح الملتقی، ج: ٤، ص: ٢٢٦، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

اور اس کے علاوہ درمختار کے دونوں شراح علامہ طحطاوی اور علامہ ابن عابدین رحمہما اللہ تعالیٰ نے مونچھوں کے حلق کو سنت نقل فرمایا ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کی طرف نسبت فرمایا ہے۔

فی الدر المختار: وفیہ حلق الشارب بدعة، وقیل سنة.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وقیل سنة) مشی علیه فی الملتقیٰ وعبارة المجتبی بعد مارمز للطحاوی: حلقه سنة و نسبه الی ابی حنیفة وصاحبیه والقص منه حتی یوازی الحرف الاعلیٰ من الشفة العلیاسنة بالاجماع. (ردالمحتارعلی الدرالمختار، ج: ۹، ص: ۵۸۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی حاشیة الطحطاوی: (قوله حلق الشارب بدعة) وقع فی بعض العبارات التعبیر بالقص وفی بعضها التعبیر بالحلق ففی الهندیة

ذکر الطحاوی فی شرح الآثار ان قص الشارب حسن وتفسیره ان یوخذ منه حتی ینقص من الاطار وهو الطرف الاعلیٰ من الشفة العلیا قال الحلق سنة و هو احسن من القص هذا قوله رحمه الله وصاحبیه رحمهما الله تعالیٰ کذا فی محیط السرخسی وعبارة المجتبی وحلق الشارب بدعة والسنة فیه القص صح حلقه سنة نسبه الیٰ ابی حنیفة وصاحبیه و القص منه حتیٰ یوازی الحرف الاعلیٰ من الشفة العلیاسنة بالاجماع. (حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار، ج، ٤، ص: ٢٠٣)

اور اس کے علاوہ فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ:

"سنیت حلق سے انکار امام وصاحبین رحمہم اللہ کے مذہب منصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل غیر معتبر ہے صحیح یہ ہے کہ حلق بھی سنت ہے بلکہ سنت کا اعلیٰ درجہ ہے"۔ (احسن الفتاوی، ج: ۸، ص: ۳۴۸)

مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب لکھتے ہیں کہ:

باتفاق امام ابوحنیفہ وصاحبین رحمہم اللہ مونچھوں کو مونڈھنا یا ایسا کاٹنا جو کہ مونڈنے کی طرح ہو سنت ہے۔ سنیت حلق سے انکار امام وصاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب منصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل غیر معتبر ہے صحیح یہی ہے کہ مونچھوں کو مونڈھنا بھی سنت ہے بلکہ سنیت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

قال الطحاوی رحمه الله تعالیٰ وقال قصه حسن واحفاؤه احسن وافضل وهذا مذهب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم الله تعالیٰ

وقال فی آخر البحث، ان قص الشارب من الفطرة وھو مما لایلمنه وان ما بعد ذالک من الاحفاء ھو افضل وفیه اصابة الخیر مالیس فی القص.

(داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام، ص:۳۹، ۴۰، ط، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

اور اس کے علاوہ فقہاء حنفیہ میں سے دوسرے حضرات نے بھی مونچھوں کے حلق کو سنت کہا ہے، لہٰذا حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

فی نھر الفائق: وقال الطحاوی: القص حسن والحلق احسن وھو قول علمائنا الثلاثة. (نھر الفائق، ج: ۲، ص: ۱۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی ملتقی الابحر: والسنة تقلیم الاظافیر ونتف الابط وحلق العانة والشارب وقصه حسن.

وفی مجمع الانھر تحته: (و) السنة (نتف الابط وحلق العانة و الشارب)......(و قصه) ای الشارب (حسن). (مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر، کتاب الکراھیة، فصل فی المتفرقات، ج: ٤، ص: ۲۲۵، ۲۲٦، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی البنایة: وقال الکاکی رحمه اللّٰه وذکر الطحاوی فی شرح الآثار ان حلقه سنة ونسب ذلک الی العلماء الثلاثة. انتھی.

قلت: لم یذکر الطحاوی کذلک، وانما قال بعد روایته الاحادیث المذکورة و التوفیق بینھا ان الاحفاء افضل من القص، ثم قال نعم باب حلق الشارب، وانما اراد بذلک الاحفاء حتی یصیر کالحلق،

وفی المختار حلقه سنة وقصه حسن، وفی المحیط الحلق احسن من القص وھو قول ابی حنیفةؒ وصاحبیه رحمھما اللّٰه. (البنایه، ج: ٤، ص: ۳۳٦، ۳۳۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الاختیار: قال الطحاوی فی شرح الآثار قص الشارب حسن، وھو ان تاخذ حتی ینقص عن الاطار وھو الطرف الاعلی من الشفة العلیا، قال: والحلق سنة وھو احسن من القص وھو قول اصحابنا. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الکراھة، ج: ٤، ص: ۱٦۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التبیین: وذکر اخذ فی الشارب وھو القص لانه ھو السنة وھو ان یقص منه حتی یوازی الاطار وھو الحرف الاعلی من الشفة العلیا وذکر الطحاوی ان حلق الشارب ھو السنة عند ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمھم اللّٰه بقوله علیه الصلاة والسلام احفوا الشارب واعفوا اللحی رواه مسلم وکان ابن عمرؓ یحفی شاربه حتی ینظر الی الجلد والاحفاء الاستئصال...الخ. (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج: ۲، ص: ٥٥، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

وقال العلامة احمد بن یونس: (قوله: وذکر الطحاوی ان حلق الشارب ھو السنة) قال فخر الاسلام البزدوی فی شرح الجامع الصغیر: ومن الناس من قال بان الحلق بدعة احتجاجا بحدیث النبی ﷺ عشر من فطرتی وذکر منھا الشارب و احتج اصحابنا رحمھم اللّٰه بحدیث ابی

هريرة وعبدالله بن عمر رضى الله عنهم عن النبى ﷺ انه قال احفوا الشوارب واعفوا اللحى، والاحفاء الاستئصال.

والقص محتمل فيحمل على مارويناه لانه محكم "اتقانى" وكتب مائص وهو احسن من القص والقص حسن جائز. "اتقانى". (حاشيه شيخ احمد بن يونس الشلبى على تبيين الحقائق شرح كنزالدقائق، ج: ۲، ص: ۵۵، ط، مكتبه امداديه ملتان)

وفى الهندية: وذكر الطحاوى فى شرح الآثار ان قص الشارب حسن وتقصيره ان يوخذ حتى ينقص من الاطار وهو الطرف الاعلى من الشفة العليا قال والحلق سنة وهو احسن من القص و هذا قول ابى حنيفه وصاحبيه رحمهم الله. كذا فى المحيط السرخسى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فى الختان والخصاء الخ، ج: ۵، ص: ۳۵۸)

وفى الفقه الحنفى: السنة تقليم الاظافر ونتف الابط وحلق الشارب وهى من سنن الخليل صلوات الله عليه وفعلها نبينا (ﷺ) وامربها قال الطحاوى فى شرح الآثار قص الشارب حسن وهو ان تاخذ منه حتى ينقص عن الطرف الاعلى من الشفة العليا وقال الطحاوى الحلق سنة وهو احسن من القص وهو قول الحنفية لقوله عليه الصلاة والسلام احفوا الشارب و اعفوا اللحى، والاحفاء الاستئصال. (الفقه الحنفى وادلته، ج: ۲، ص: ۳۹۰)

وفى الفيض: قال الطحاوى: ان خال المزنى كان يقص شواربه من اصلها وهو النهك، و الاحفاء ولا اظنه الا أن تعلمه من الشافعى وهكذا كان يفعلا صاحبا ابى حنيفة ثم القص يحتمل ان يكون بالحلق ويحتمل ان يكون بالمبالغة فى القص من المقراض... الخ.

قال العلامة محمد بدرعالم رحمه الله تعالىٰ فى حاشية فيض البارى: "قلت" ولم اجد فى معانى الآثار ولم ارفيه انه عزا شيئا الى خاله، نعم فيه ان الاحفاء افضل من القص ثم ايده بالنظر فى الحلق و القصر فى باب الحج وقال: فالنظر على ذلك ان يكون كذلك حكم الشارب قصه حسن واحفاؤه احسن وافضل و هذا مذهب ابى حنيفة وابى يوسف و محمد رحمهم الله ثم ذكر جماعة من الصحابة رضى الله عنهم كانوا يحفون شواربهم، منهم ابن عمرؓ انه كان يحفى شاربه، حتى ان الجلد ليرى، وفى لفظ كانه ينتفه ثم قال: فدل ذلك على ان قص الشارب من الفطرة وهو مما لابد منه، وان ما بعد ذلك من الاحفاء هو افضل، فيه اصابة الخير ماليس فى القص، ص: ۳۳۳، ج: ۲، قلت وليراجع اليه مرة اخرى فان القلم يزل والفكر يجنى والبصر يخطىء. (حاشية البدر السارى الى فيض البارى، كتاب اللباس، باب قص الشارب، ج: ٦، ص: ۹۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

قال ابوبكر ذكرابو جعفر الطحاوىؒ: ان مذهب ابى حنيفه و زفر وابى يوسف و محمد فى شعر الرأس والشارب ان الاحفاء افضل من

التقصير...الخ. (احكام القرآن للجصاص، ج:۱، ص:٦٧)

واما ابو حنيفة و زفر وابو يوسف فكان مذهبهم في شعر الرأس والشارب ان الاحفاء افضل من التقصير...الخ. (حاشيه محي الدين شيخ زاده على تفسير القاضي البيضاوي، ج:۴، ص:۲۷۲)

وقال الطحاوي: واما من طريق النظر فقد رأينا الحلق قد امر به في الاحرام ورخص في التقصير فكان الحلق افضل من التقصير و كان التقصير من شاء فعله ومن شاء زاد عليه، الا انه يكون بزيادته عليه اجراً اعظم من القص، فالنظر على ذلك ان يكون كذلك حكم الشارب قصه حسن، واحفاؤه احسن وافضل هذا مذهب ابي حنيفة وابي يوسف ومحمد رحمهم الله.

وقال العيني في شرحه: واما معنى هذا الباب من طريق النظر والقياس، بيانه، ان الحاج امر بالحلق و رخص له في التقصير وخير فيه ان شاء اقتصر عليه وان شاء زاد عليه، غير انه يكون بزيادته على ذلك اكثر اجرا، فالقياس على ذلک ان يكون حكم الشارب كذلک، يكون مخيراً في قصه فاذا زاد على ذلک حتى صار احفاء يكون افضل من ذلک. فيكون القص حسنا والاحفاء أحسن فافهم. (نخب الافكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار، كتاب الكراهية، باب حلق الشارب، ج:۱۳، ص:۱۸۳، ط: دار النوادر دمشق)

لہٰذا صحیح قول یہی ہے کہ مونچھوں کا منڈانا بدعت نہیں ہے بلکہ سنیت کا اعلیٰ درجہ

یہ ہے کہ مونچھوں کا حلق کیا جائے، نیز بعض روایات میں لفظ حلق بھی آیا ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن کبریٰ میں محمد بن عبداللہ بن یزیدؒ کی سند سے ابوھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: فطرۃ پانچ چیزیں ہیں، ختنہ کرنا اور زیر ناف بال منڈانا اور بغلوں کے بالوں کا اکھیڑنا اور ناخنوں کا تراشنا اور مونچھوں کا منڈانا۔

علامہ ابو بکر جصاص الحنفی رحمہ اللہ تعالی نے احکام القرآن میں ابراہیم بن محمد بن خطابؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ مونچھوں کو منڈاتے تھے۔

قال الجامع عفاالله عنه: فتحصل من مجموع ماتقدم ان العلماء اختلفوا في حلق الشارب منهم من كرهه ومنهم من رجحه على القص ومنهم من خير وسبب ذلک اختلاف الاحاديث: فانها وردت بلفظ "احفوا الشوارب" وبلفظ "جزوا الشوارب" بلفظ "انهكوا الشوارب" وكلها في مسلم و بلفظ "الحلق" وهي رواية المصنف في الكبرى في، ۹/۹، عن محمد بن عبدالله بن يزيد عن سفيان بن عيينة عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال: الفطرة خمس الختان وحلق العانة ونتف الابط وتقليم الاظفار وحلق الشارب.

(ذخيرة العقبى في شرح المجتبى، ج:۱، ص:۳۸۵،۳۸۶)

وقال ابراهيم بن محمد بن خطاب رايت ابن عمرؓ يحلق شاربه كانه ينتفه وقال بعضهم حتى يرى بياض الجلد قال ابو بكر ولما كان التقصير مسنونا في الشارب عند الجميع كان الحلق افضل قال النبي عليه

السلام رحم اللّٰہ المحلقین ثلاثا ودعا للمقصرین مرۃ فجعل حلق الراس افضل من التقصیر۔۔۔۔الخ. (احکام القرآن للجصاص، ج: ۱، ص: ۶۸)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کا فتویٰ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: استرے یا بلیڈ سے مونچھیں مونڈنا جائز ہے یا مکروہ؟

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب "باب حلق الشارب" قائم فرمایا ہے پھر بحث میں بھی احفاء بمقابلہ قص لائے ہیں، نیز وجہ النظر میں بھی افضلیت حلق محرم پر قیاس فرمایا ہے، ونصہ: قصہ حسن و احفاؤہ احسن والافضل وھذا مذھب ابی حنیفہ وابی یوسف و محمد رحمھم اللّٰہ تعالیٰ.

وقال فی آخر البحث: ان قص الشارب من الفطرۃ وھو مما لابد منہ وان مابعد ذلک من الاحفاء ھوافضل وفیہ من اصابۃ الخیر مالیس فی القص. (شرح معانی الآثار، ج: ۲، ص: ۲۷۹)۔

الجواب باسم ملھم الصواب:

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ باتفاق اعلم بمذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، آپ کی تحریر کے مطابق باتفاق ائمتنا الثلاثہ رحمہم اللہ حلق شوارب مسنون ہے، ترجمۃ الباب حلق الشارب کے تحت احادیث احفاء لانے سے مقصد یہ ہے کہ ان احادیث میں احفاء بمعنی حلق ہے، چنانچہ فتح الباری کی ایک روایت میں صراحۃ لفظ حلق مذکور ہے، کما سیجیٔ نصہ۔

حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں حلق سے احفاء یعنی استیصال کا لحلق مراد ہے جس کو بغرض اظہار مبالغہ حلق سے تعبیر کیا ہے۔

ولا تخفی ان ھذا التحمل تمحل وتاؤیل القول بما لایرضی بہ قائلہ وتفرد بہ الحافظ العینی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ، ثم نقل ھو نفسہ فی البنایہ سنیۃ الحلق عن المختار و المحیط وسیجی نصہ.

یہ تاویل بوجوہ ذیل ناقابل قبول ہے۔

صنیع مصنفین میں اصل مقصود ترجمۃ الباب ہوتا ہے اس کے اثبات کے لئے اس کے تحت احادیث لائی جاتی ہیں، ترجمۃ الباب میں مصنف اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے پھر اس کے تحت مندرجہ احادیث سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ احادیث احفاء سے سنیت حلق ثابت کر رہے ہیں اس کے برعکس حلق سے احفاء مراد لینا اصول تصنیف کے خلاف ہے اور قلب موضوع۔

حلق کا استیصال کالحلق سے ابلغ فی المعنی والیسر فی العمل ہونا ظاہر ہے اس لیے حلق پر احفاء بمعنی الاستیصال بالقص کالحلق کو ترجیح دینا خلاف معقول ہے۔

قال الحافظ العسقلانی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: وورد الخبر بلفظ الحلق وھی روایۃ النسائی عن محمد بن عبداللّٰہ بن یزید عن سفیان بن عیینہ بسند ھذا الباب ورواہ جمھور اصحاب ابن عیینہ بلفظ القص وکذا سائر الروایات عن شیخ الزھری ووقع عند النسائی من طریق سعید المقبری عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ بلفظ تقصیر الشارب نعم وقع الامر یشعر بان روایۃ الحلق محفوظ کحدیث العلاء بن عبدالرحمٰن عنہ عن ابیہ عن ابی

هريرة رضى اللّٰه عنه عند مسلم بلفظ جزوا الشوارب وحديث ابن عمر رضى اللّٰه عنهما المذكور فى الباب الذى يليه بلفظ احفوا الشوارب وفى الباب بلفظ انهكوا الشوارب فكل هذه الالفاظ تدل على ان المطلوب المبالغة فى الازالة لان الجز وهو بالجيم والزاى الثقيلة قص الشعر والصوف الى ان يبلغ الجلد والاحفاء بالمهملة والفاء الاستقصاء ومنه احفوه بالمسألة قال ابوعبيد الحصروى معناه الزقوا الجز بالبشرة وقال الخطابى هو بمعنى الاستقصاء والنهك بالنون والكاف، المبالغة ومنه ما تقدم فى الكلام على الختان قوله ﷺ للخافضة "اشمى ولا تنهكى" اى لاتبالغى فى المرأة وجرى على ذلك اهل اللغة وقال ابن بطال: النهك التاثير فى الشيء وهو غير الاستئصال. (فتح البارى، ج: ١٠، ص: ٢٨٥)

وقال الطحاوى رحمه اللّٰه تعالٰى: الحلق هو مذهب ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد رحمهم اللّٰه تعالٰى. (فتح البارى، ج: ١٠، ص: ٢٨٦)

وقال: وقد رجح الطحاوى: الحلق على القص بتفضيله ﷺ الحلق على التقصير فى النسك. (حواله بالا)

وقال الحافظ العينى رحمه اللّٰه: قوله يحفى من الاحفاء بالحاء المهملة والفاء يقال احفى شعرا اذا استاصله حتى يصير كالحلق وتكون احفاء الشارب افضل من قصه عبر الطحاوى بقوله باب حلق الشارب.

(عمدة القارى، ج: ٢٦، ص: ٤٣)

وقال: وقال الكاكى وذكر الطحاوى رحمه اللّٰه تعالٰى فى شرح

الآثار حلقه سنة و نسب ذلك الى العلماء الثلاثة انتهٰى. قلت لم يذكر الطحاوى كذلك والماقال بعد رواياته الاحاديث المذكورة والتوفيق بينها ان الاحفاء افضل من القص نعم قال باب حلق الشارب انما اراد بذلك الاحفاء حتّٰى يصير كالحلق وفى المختار حلقه سنة وقصه حسن وفى المحيط الحلق احسن من القص وهو قول ابى حنيفة وصاحبيه رحمهم اللّٰه تعالٰى. (البنايه، ج: ٤، ص: ٢٥٥)

وقال عبداللّٰه بن محمود رحمه اللّٰه فى متنه المختار: والسنة تقليم الاظفار ونتف الابط وحلق العانة والشارب وقصه احسن.

نقل فى شرحه عن الامام الطحاوى رحمه اللّٰه تعالٰى: والحلق سنة وهو احسن من القص وهو قول اصحابنا رحمهم اللّٰه تعالٰى، قال عليه الصلاة والسلام: احفوا الشوارب و اعفوا اللحى، والاحفاء الاستئصال.

(الاختيار لتعليل المختار، ج: ٤، ص: ١٦٧)

متن میں قصہ احسن کتابت کی غلطی ہے صحیح لفظ حسن ہے۔ اس پر دو دلائل ہیں عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مختار سے منقولہ عبارت مذکورہ میں "وقصہ حسن" ہے مصنف نے شرح میں خود امام طحاوی رحمہ اللہ سے حلق کا احسن ہونا نقل کیا ہے عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلق کے احسن من القص ہونے کے بارے میں مختار اور محیط کا حوالہ دیا ہے عبارت کی تحقیق اوپر گذر چکی ہے، محیط سے بظاہر محیط سرخسی مراد ہے اس لیے کہ حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار میں اس کی تصریح ہے۔" و کئی، نصہ "ممکن ہے کہ محیط برہانی میں بھی اس طرح ہو عنقریب اس کی طباعت متوقع ہے، فلیراجع بعد وقال العلامة الحصكفى رحمه اللّٰه: وكره تركه وراء الاربعين

مجتبیٰ وفیہ حلق الشارب بدعة وقیل سنة.

وقال العلامة ابن عابدین رحمه اللّٰه: (وقوله وقیل سنة) ومشی علیه فی الملتقی و عبارة المجتبیٰ بعدمارمز للطحاوی حلقه سنة ونسبه الی ابی حنیفة وصاحبیه رحمهم اللّٰه تعالیٰ والقص منه حتیٰ یوازی الحرف الاعلیٰ من الشفة العلیاسنة بالاجماع. (ردالمحتار، ج: ۵، ص: ۲٦۱)

وقال العلامة الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: (قوله حلق الشارب بدعة) وقع فی بعض العبارات التعبیر بالقص وفی بعضها التعبیر بالحلق ففی الهندیة ذکر الطحاوی فی شرح الآثار ان قص الشارب حسن وتفسیره ان یوخذ منه حتیٰ ینقص من الاطار وهو الطرف الاعلیٰ من الشفة العلیا قال والحلق سنة وهو احسن من القص هذا قوله وصاحبیه رحمهم اللّٰه کذا فی المحیط السرخسی وعبارة المجتبیٰ و حلق الشارب بدعة والسنة فیه القص صح حلقه سنة نسبه الی ابی حنیفة وصاحبیه رحمهم اللّٰه تعالیٰ والقص منه حتیٰ یوازی الحرف الاعلیٰ من الشفة العلیا سنة بالاجماع. (حاشیه طحطاوی علی الدرالمختار، ج: ٤، ص: ۲۰۳)۔
واللّٰه سبحانه وتعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ج: ۸، ص: ٤٥۰تا٤٥۳)

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں تخییر کا قول

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں علامہ طبری رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعض دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ انسان کو اختیار ہے کہ مونچھوں کو بالکل صاف کرے یا کترائے،

اس لئے کہ قص اور احفاء دونوں سنت سے ثابت ہیں، اور اس کے علاوہ یہ دونوں الفاظ (قص اور احفاء) ایک دوسرے کے لیے ناسخ ومنسوخ بھی نہیں ہیں۔ نیز بعض علماء کی رائے یہ بھی ہے کہ کبھی مونچھوں کو کترایا جائے اور کبھی بالکل صاف کیا جائے تاکہ احادیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس پر عمل ہو سکے۔

وذهب الطبری الی التخییر فی ذلک فقال ذکر اهل اللغة ان الاحفاء الاستئصال وکذا النهک بالنون والکاف المبالغة فی ذلک ودلت السنة علی الامرین ولاتعارض فان القص یدل علی اخذ البعض والاحفاء یدل علی اخذ الکل وکلاهما ثابت، وقال العسقلانی، ورجح ذلک ثبوت الامرین فی الاحادیث المرفوعة کذا حققه السیوطی.
(مرقات، ج: ۸، ص: ۲۷۲)

وقال الآخرون: لما جاء الحدیث عنه ﷺ بلفظین یحتمل احدهما استئصال حلقه وهو قوله: "احفوا الشوارب" واللفظ الآخر یحتمل أخذ بعضه وهو قوله من الفطرة قص الشارب ولم یکن احدهما ناسخا للآخر و لادافعا له، دل ذلک علی ان النبی علیه السلام اطلق لامته کلا الفعلین فمن أخذ بقص شاربه فهو مصیب ومن استاصل حلقه فهو لموافقة ذلک السنة...الخ. (شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج: ۹، ص: ۱٤٥)

قال القرطبی: وقص الشارب ان یاخذ ما طال علی الشفة بحیث لایؤذی ولا یجمع فیه الوسخ، قال: والجز والاحفاء هو القص المذکور ولیس بالاستئصال عند مالک قال وذهب الکوفیون الی انه الاستئصال وبعض

العلماء الى التخيير في ذلك: قلت: هو الطبريؒ فانه حكى قول مالک وقول الكوفيين. ونقل عن اهل اللغة ان الاحفاء الاستئصال ثم قال دلت السنة على الامرين ولاتعارض، فان القص يدل على اخذ البعض والاحفاء يدل على اخذ الكل وكلاهما ثابت فيما شاء..... ويرجح قول الطبرى ثبوت معا في الاحاديث المرفوعة. (فتح الباری،ج:١٠،ص:٣٥٩،٣٦٠)

(والحاصل): ان السنة دلت على الامرين ولاتعارض فان القص يدل على اخذ البعض والاحفاء يدل على اخذ الكل وكلاهما ثابت فيختار المكلف، ايهما شاء فينبغى لمن يريد المحافظة على السنن ان يستعمل هذا مرة وهذا مرة فيكون قد عمل ماورد. (المنهل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد،ج:١،ص:١٨٥)

قال الجامع عفا الله عنه: فلما صحت الاحاديث في الامرين علمنا ان المكلف مخير فيهما قال صاحب المنهل. ١/١٨٥: والحاصل السنة دلت على الامرين ولا تعارض فيختار المكلف ايهما شاء فينبغى لمن يريد المحافظة على السنن ان يستعمل هذا مرة وهذا مرة فيكون قد عمل بكل ماورد. انتهى كلام صاحب المنهل وهذا احسن ما يحصل به العمل بالاحاديث المقتضية للامرين من غير اهمال لبعضها. والله اعلم. (ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى: ج:١،ص:٣٨٧)

خلاصہ: مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں حضرت امام سالم وسعید بن المسیب و

عروۃ بن زبیر وجعفر بن زبیر وعبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ وابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث و حسن بصری ومحمد بن سیرین وعطاء بن ابی رباح و مالک بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ ودیگر فقہاء مالکیہؒ اور حنفیہ میں علامہ کاسانیؒ اور بعض دیگر حضرات کی رائے یہ ہے کہ مونچھوں کا کترنا سنت وافضل ہے اور فقہاء شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی ایک قول یہی منقول ہے کہ مونچھوں کا کترنا سنت وافضل ہے۔

اور ان حضرات کے برخلاف جمہور اسلاف، اہل کوفہ وامام مکحول ومحمد بن عجلان و نافع مولی ابن عمر وامام ابوحنیفہ وزفر وابو یوسف ومحمد وطحاوی وابوبکر جصاص رحمہم اللہ تعالیٰ و دیگر اکثر فقہاء حنفیہ کے نزدیک مونچھوں کا کترنا بھی سنت ہے اور منڈانا بھی، لیکن مونچھوں کا منڈانا، کترنے سے افضل ہے۔ نیز فقہاء شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی ایک قول یہی منقول ہے کہ مونچھوں کا منڈانا افضل ہے۔

اور اس کے علاوہ علامہ طبری وحافظ ابن حجر عسقلانی وعلامہ محمود محمد خطاب السبکی اور علامہ محمد بن علی بن آدم رحمہم اللہ تعالیٰ، یہ تمام حضرات فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو منڈانے اور کترنے کے بارے میں انسان کو اختیار ہے کہ مونچھوں کو منڈائے یا کترائے، البتہ علامہ محمود محمد خطاب السبکی اور علامہ محمد بن علی بن آدم، یہ دونوں بزرگ فرماتے ہیں کہ کبھی مونچھوں کو منڈایا جائے اور کبھی کترایا جائے تاکہ دونوں پر عمل ہو سکے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم۔

بڑی مونچھوں کا حکم

سوال: ایک شخص کی مونچھیں اتنی بڑی ہیں کہ پانی وغیرہ پیتے وقت مونچھیں اس

پانی وغیرہ کے ساتھ لگ جاتی ہیں، تو ایسی مونچھوں اور اس پانی وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اتنی بڑی مونچھیں رکھنا شرعاً گناہ ہے، حدیث میں آتا ہے:

"عن زید بن أرقم رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا"۔ (مشکوۃ، ص: ۳۸۱)

ترجمہ: "آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جو شخص مونچھیں نہیں تراشتا وہ ہم میں سے نہیں"۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۸، ص: ۳۰۷، ط، مکتبہ لدھیانوی کراچی)

مجاہدین کیلئے مونچھیں بڑھانے کا حکم

سوال: مجاہد کیلئے میدان جہاد میں مونچھیں بڑھانے کا کیا حکم کیا ہے؟

جواب: مجاہدین کیلئے میدان جہاد میں اس نیت سے مونچھیں بڑھانا کہ دشمن پر رُعب رہے شرعاً جائز ہے۔ بشرطیکہ اوپر کی ہونٹ کی سرخی نظر آئے۔

وفی الھندیۃ قال: قالوا لابد عن طول الشارب للغزاۃ لیکون اھیب فی عین العدو کذا فی الغیاثیہ. [عالمگیریہ ص ۳۴۸ ج ۵]۔ (داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام، ص: ۳۹، ط، مکتبہ عمر فاروق)

مونچھیں دونوں طرف بڑھانا مکروہ ہے

سوال: مونچھیں دونوں طرف بڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب: مکروہ ہے۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: واما طرفا الشارب

وھما السبالان فقیل ھما منہ وقیل من اللحیۃ و علیہ فقیل لاباس بترکھما وقیل یکرہ لما فیہ من التشبہ بالاعاجم واھل الکتاب وھذا اولی بالصواب وتمامہ فی حاشیۃ نوح. (ردالمحتار، ص: ۴۰۲، ج: ۲)

وقال فی حاشیۃ علی البحر تحت (قولہ وھو المبالغۃ فی القطع) وقیل کرہ ابقاء السبال لما فیہ من التشبہ بالاعاجم بل بالمجوس واھل الکتاب وھذا اولیٰ بالصواب لما رواہ ابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال ذکر لرسول اللہ ﷺ المجوس فقال انھم یوفرون ویحلقون لحاھم فخالفوھم فکان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما یجز کما تجز الشاۃ والبعیر۔ (منحۃ الخالق بھامش البحر الرائق، ص: ۱۱، ص: ۳) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ج: ۸، ص: ۴۴۷، ط، سعید)

حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: مونچھیں دونوں طرف بڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا کرنا مکروہ ہے لہٰذا مونچھیں دونوں طرف نہ بڑھائی جائیں۔۔۔الخ۔

(داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام، ص: ۳۸، ۳۹، ط، مکتبہ عمر فاروق)

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: مونچھیں اتنی بڑھانا کہ پانی یا کوئی دوسری مشروب چیز پیتے وقت، اس کے بال پانی وغیرہ میں لگیں، شرعاً

جائز نہیں، اسی طرح مونچھوں کے دائیں بائیں والے کنارے اور نوکیں بڑھانا غیروں کے ساتھ تشبہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (المسائل المهمه فيما ابتلت به العامة، ج:۵، ص: ۲۵۷)

مونچھیں کاٹتے وقت دائیں طرف سے ابتداء

مونچھوں کو کاٹتے وقت دائیں طرف سے ابتدا کرنا مستحب ہے کہ پہلے دائیں طرف کے حصے سے کاٹی جائیں، اور اس کے بعد بائیں طرف سے، اور اگر کوئی بائیں طرف سے پہلے کاٹے، اور اس کے بعد دائیں طرف سے کاٹے تو بھی گناہ نہیں (۲۲)۔

---

(۲۲) قال النووی: وأما قص الشارب، فسنة أيضاً، ويستحب أن يبدأ بالجانب الأيمن، وهو مخير بين القص بنفسه، وبين أن يولی ذلک غيره، لحصول المقصود من غير هتک مروؤة، ولا حرمة. (شرح صحيح مسلم للنووی، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ج: ۲، ص: ۵۳، ط، مكتبه البشرى كراتشی)

بالوں کا بیان

بال رکھنے کا مسنون طریقہ

آنحضرت ﷺ کے سر کے بال مبارک گھنے اور سیاہ تھے، جو دیکھنے میں بہت خوشنما معلوم ہوتے تھے، نہ بالکل گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ نہایت دیدہ زیب اور خوب صورت بال تھے۔ احادیث شریفہ میں آپ کے بالوں کی کیفیت بیان کرنے کے لئے تین الفاظ آتے ہیں:

(۱) وفرہ:۔ وہ بال جو کان کی لو تک ہوں۔

(۲) لمہ:۔ وہ بال جو کان کی لو سے نیچے تک ہوں۔

(۳) جمہ:۔ وہ بال جو مونڈھوں تک ہوں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عموماً کان اور مونڈھوں کے درمیان بال رکھا کرتے تھے، اور بالوں کے سلسلہ میں یہ مقدار کا اختلاف احوال اور زمانہ کے اعتبار سے ہے۔ (جمع الوسائل ۱/۷۶)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ قاضی عیاضؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ بال تراش لیتے تھے، تو کان کی لو تک ہو جاتے تھے، اور جب چھوڑ دیتے تھے تو کندھے تک آجاتے تھے۔

قال أهل اللغة: الجمة أكثر من الوفرة، فالجمة الشعر الذی نزل الى المنكبين، والوفرة: ما نزل الى شحمة الأذنين، واللمة التی لمت بالمنكبين. قال القاضی: والجمع بين هذه الروايات أن مايلی الأذن هو

الذی یبلغ شحمة أذنیه وهو الذی بین أذنیه وعاتقه، وما خلفه هو الذی یضرب منکبیه، وقال: وقیل بل ذلک لاختلاف الأوقات، فاذا غفل عن تقصیرها بلغت المنکب، واذا قصرها کانت الی انصاف الأذنین، فکان یقصر ویطول بحسب ذلک. [شرح النووی علی صحیح مسلم ۲/ ۲۵۸]

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: کنت أغتسل أنا و رسول اللّٰه ﷺ من اناء واحد، وکان له شعر فوق الجمة ودون الوفرة. [الشمائل المحمدیه، باب ماجاء فی شعر رسول اللّٰه ﷺ ص: ۱۸ رقم: ۲۵ المکتبة الاسلامیة ڈھاکا بنغلادیش، ص: ۳ النسخة الهندیة]

عن البراء رضی اللّٰه عنه قال: ما رأیت من ذی لمة أحسن فی حلة حمراء من رسول اللّٰه ﷺ. زاد محمد بن سلیمان: له شعر یضرب منکبیه. [سنن أبی داؤد، کتاب الترجل، باب ما جاء فی الشعر ۲/ ۵۷٦ رقم: ٤۱۸۳ دار الفکر بیروت، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی صفة النبی ﷺ وأنه کان أحسن الناس وجهاً رقم: ۲۳۳۷ بیت الأفکار الدولیة، سنن الترمذی ۲/ ۳۰۲ رقم: ۱۷۲٤ دار الفکر بیروت] فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

(کتاب النوازل، ج: ۱۵، ص: ٤۹۹، ۵۰۰)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کے پٹھوں کی مقدار میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا اور ان میں کچھ تعارض نہیں، اس لئے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے، ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک تھے تو دوسرے زمانہ میں اس سے زائد، اس لئے کہ حضور ﷺ کا

سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے، تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کئے اور جس نے بال منڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کئے۔ بعض علماء نے اس طرح پر بھی جمع فرمایا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال نصف کانوں تک پہنچ جاتے تھے اور وسط سر کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر کے مونڈھوں کے قریب تک۔ (خصائل نبوی، ص: ۴۴، ط، مکتبۃ البشریٰ کراچی)

سر کے بال کٹوانا

سوال: زید کہتا ہے کہ سارے سر میں بال رکھانا سنت ہے، اور بلا حج سر منڈوانا خلاف سنت ہے، اور چھٹے بال رکھانے والے کو سخت مخالف سنت خیال کر کے قابل ملامت کہتا ہے، عمرو کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سر منڈواتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس فعل سے کبھی منع نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سر منڈانا بھی غیر ایام حج میں سنت ہے، اور چھٹے بال رکھنا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور ان کو جو زید کہتا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور ایسے بال رکھانے والا شرعاً قابل ملامت ہے یا نہیں؟

الجواب: سنت مطلقہ وہ ہے جس کو حضور ﷺ نے بطور عبادت کیا ہے، ورنہ سنن زوائد سے ہوگا، تو بال رکھنا حضور ﷺ کا بطور عادت کے ہے، نہ بطور عبادت کے، اس لئے اولیٰ ہونے میں تو شبہ نہیں، مگر اس کے خلاف کو خلاف سنت نہ کہیں گے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نہ ہوتی پتہ چل جائے کہ وہ حدیث بھی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کی، جواز بلا کراہت کے اور خلاف سنت نہ ہونے کے۔ پس جس حالت میں بالکل منڈا دینا جائز ہے تو قصر کرانے میں کیا حرج ہے۔

للاجماع علی تساوی حکم القصر و الحلق لشعر الرأس فی مثل هذا الحکم و الی التساوی أشیر بقوله تعالیٰ محلقین رؤسکم و مقصرین. و اللّٰہ تعالیٰ اعلم. (امداد الفتاوی، ج: ۹، ص: ۳۱۳، ۳۱۴، ط، زکریا بُك ڈپو الهند)

سر کے بالوں کی جائز و ناجائز صورتوں کی تفصیل

سوال: چند احباب نے ایک انجمن بنائی ہے، اس انجمن کے تحت کئی تعلیمی ادارے چل رہے ہیں، مستحق طلبہ کی اعانت بھی کی جاتی ہے، اس ادارے نے اچھے مسلمان پیدا کرنے کا عزم رکھا ہے، چنانچہ اس کے زیر اہتمام چلنے والے اسکولوں اور کالجوں میں ناظرہ قرآن، دینی معلومات، ترجمہ قرآن، احادیث کی دعائیں نیز ریاض الصالحین اور عربی گرامر وغیرہ بھی پڑھائی جاتی ہے، جس کے لئے بڑے دینی مدرسوں سے عالم فاضل کورس کئے ہوئے مستند علماء دین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کو ملازم نہیں رکھا جاتا جس کی وضع قطع دین کے خلاف ہو یا وہ کسی ظاہر گناہ کا عادی ہو یا نماز نہ پڑھے وغیرہ وغیرہ اس سلسلے میں انجمن سختی سے اپنے قواعد کی پابندی کراتی ہے تاکہ سارے ماحول پر دینی رنگ غالب نظر آئے۔

طلبہ کو بھی لیکچرز کے ذریعے ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ سنتوں کی پابندی کریں اور شریعت میں جو باتیں منع ہیں ان سے بچیں۔

اب انجمن کی انتظامیہ اور مدرسین میں اختلاف ہو گیا ہے، قصہ اس اختلاف کا یہ ہے کہ انتظامیہ یہ کہتی ہے کہ دیگر ملازمین کی طرح مدرسین بھی اپنی وضع قطع دین کے مطابق

رکھیں جس میں کہ سنت کے مطابق داڑھی، سر کے بال لباس کو مظہر خارجی ہونے کی وجہ سے اولیت حاصل ہے، اختلافی نقطہ یہ ہے کہ بعض مدرسین (انتظامیہ کے خیال میں) انگریزی بال رکھے ہوئے ہیں اور اس پر اصرار بھی کر رہے ہیں، مشکل یہ ہے کہ وہی مدرسین ہیں جو عالم فاضل ہیں اس لئے انتظامیہ کو انہیں اپنا موقف سمجھانے میں دشواری ہو رہی ہے کہ یہ لوگ خود اتھارٹی ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات ایسی ہی ہوتی تو ہم سالہا سال تک دینی مدرسوں میں پڑھتے رہے ہیں اور ہمارے بالوں کی یہی حالت تھی تو ہمارے بزرگوں نے ہمیں کیوں نہیں روکا؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اتنی ضروری بات نہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے بال انگریزی ہیں ہی نہیں ہم نے قینچی کے ساتھ برابر کئے ہیں کبھی کہتے ہیں ان امور میں اتباع ضروری نہیں، یہ عادت والی سنت ہے۔

اب بہت بحث و مباحثہ کے بعد طے ہوا ہے کہ آپ سے فتویٰ لیا جائے چنانچہ آپ از راہ کرم درج ذیل باتوں کے جوابات مرحمت فرمائیں اگر آپ ہر بات کا نمبر وار الگ الگ جواب دیدیں گے تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

(۱) انگریزی بالوں کی کیا تعریف ہے؟ ایسی تعریف سلیس اردو میں بتائیں جسے ہر خاص و عام سمجھ سکے اور کسی بھی آدمی کے بال دیکھ کر یا ناپ کر اندازہ ہو سکے کہ وہ انگریزی ہیں یا اسلامی؟

(۲) کیا انگریزی بال رکھنا ناجائز ہے؟

(۳) اگر ناجائز ہے تو کس قسم کا ناجائز ہے؟ اس لئے کہ جن مدرسین کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ کہتے ہیں ناجائز کی بھی کئی قسمیں ہیں، انگریزی بال رکھنا مکروہ ہے جو ہلکی قسم کی

چیز ہے، آپ بتائیں یہ حرام ہے یا مکروہ؟ کیا مکروہ کا ارتکاب کرنا جائز ہے؟

(۴) اگر مکروہ بھی ہے تو اوپر بیان کردہ صورت حال کے پیش نظر کیا مدرسین کے لئے اس میں شدت نہیں ہوجاتی، خصوصیت کے ساتھ جب کہ وہ عالم فاضل ہوں کہ یہی لوگ طلبا اور دیگر ملازمین کے لئے نمونہ ہیں۔

(۵) یہ مدرسین یہ بھی کہتے ہیں کہ سر کے بال منڈوانا مثلہ ہے۔

کیا سر کے بال منڈوانے کو مثلہ کہنا جائز ہے؟

(۶) یہ مدرسین یہ بھی کہتے ہیں کہ جو آدمی سر کے بال منڈوالے وہ سخت احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے ہم پر خود یہ حالت گذری ہے اس لئے طلبہ کو بال منڈوانے کی ترغیب نہ دی جائے کہ اس طرح وہ احساس کمتری کا شکار رہوں گے۔

کیا بال منڈوانے سے احساس کمتری کا شکار ہونا کوئی معقول بات ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: پہلے بالوں کی جائز و ناجائز تمام صورتیں لکھی جاتی ہیں اس کے بعد سوالات کے جوابات۔

بال رکھنے کی جائز صورتیں تین ہیں:

(۱) پٹے رکھنا، اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱): کانوں کی لو تک۔ اس کو عربی میں وفرہ کہتے ہیں۔ (۲): کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان تک۔ اس کو لمہ کہتے ہیں۔ (۳): کندھوں تک اس کو جمہ کہتے ہیں۔

(۲) حلق یعنی پورے سر کے بال منڈوانا۔

(۳) پورے سر کے بالوں کو برابر کاٹنا۔

ان میں سب سے افضل پہلی صورت ہے، پھر دوسری صورت کا درجہ ہے اور آخری صورت کی صرف گنجائش ہے۔

اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ پٹے رکھنا مسنون ہے، البتہ حلق کی سنیت میں اختلاف ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دائمی عمل کی وجہ سے مسنون کہا ہے، اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ تعالی نے بھی اس کی سنیت نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہما اللہ تعالی نے اباحت پر محمول کیا ہے۔

بہر حال اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں اور بچوں کی تربیت کی خاطر ان کے سر منڈوانا افضل بلکہ غلبہ فساد کی وجہ سے ضروری ہے۔

اخرج الامام ابو داؤد رحمه الله تعالى عن على رضى الله تعالى عنه ان رسول الله ﷺ قال من ترک موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل كذا و كذا من النار، قال على رضى الله تعالى عنه فمن ثم عاديت رأسى فمن ثم عاديت رأسى فمن ثم عاديت رأسى و كان يجز شعره رضى الله تعالى عنه.

قال العلامة السهانفورى رحمه الله تعالى: وبهذا الحديث استدل الطيبى على سنية حلق الرأس لتقريره ﷺ ولانه من الخلفاء الراشدين الذين امرنا بمتابعة سنتهم و رد عليه القارى وابن حجر فقالا ان فعله رضى الله تعالى عنه اذا كان مخالفاً لسنة . (بذل المجهود، ص: ١٥٢، ج: ١)

وعن عبداللّٰہ بن جعفر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما ان النبی ﷺ امہل ال جعفر ثلاثاً ان یأتیہم ثم اتاہم فقال لاتبکوا علی اخی بعد الیوم ثم قال ادعوا لی بنی اخی فجیء بنا کأنا افرخ فقال ادعوا لی الحلاق فامرہ فحلق رؤسنا.

قال الشیخ السہارنفوری رحمہ اللّٰہ تعالٰی: وفیہ ان الکبیر من اقارب الاطفال یتولی امرہم وینظر فی مصالحہم من حلق الرأس وغیرہ.

(بذل المجہود، ص: ۷۷، ج: ٦)

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالٰی: وفی الروضۃ للزندویسی ان السنۃ فی شعر الرأس اما الفرق او الحلق وذکر الطحاوی رحمہ اللّٰہ تعالٰی ان الحلق سنۃ ونسب ذلک الی العلماء الثلاثۃ. (رد المحتار، ص: ۴۰۷، ج: ٦)

وکذا فی الہندیۃ عن التارخانیۃ وزاد: یستحب حلق الرأس فی کل جمعۃ کذا فی الغرائب. (عالمگیریۃ، ص: ۳۵۷، ج: ۵)

بالوں کی ناجائز صورتیں:

قزع یعنی سر کے بعض حصہ کے بال منڈانا اور بعض کے چھوڑنا، یا بعض زیادہ تراشنا اور بعض کم۔

حدیث میں ایسے بال رکھنے سے صراحۃً ممانعت آئی ہے کما مذکر۔

ایسے بال رکھنا جو کفار وفساق کا شعار ہو۔

یہ تشبہ بالکفار والفساق کی وجہ سے ممنوع ہے، البتہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ ہر

زمانہ میں اس وقت کے کفار وفساق کے شعار کا اعتبار ہوگا۔

اخرج الامام ابوداؤد رحمہ اللّٰہ تعالٰی عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال نہی رسول اللّٰہ ﷺ عن القزع والقزع ان یحلق الرأس الصبی فیترک بعض شعرہ.

وعنہما رضی اللّٰہ عنہما ان النبی ﷺ نہی عن القزع وھو ان یحلق الرأس الصبی ویترک لہ ذؤابۃ.

قلت ولیس ھذا مختصا بالصبی بل اذا فعلہ کبیر یکرہ لہ ذلک فذکر الصبی باعتبار العادۃ الغالبۃ.

وعنہما رضی اللّٰہ عنہما ان النبی ﷺ رأی صبیا قد حلق بعض رأسہ وترک بعضہ فنہاھم عن ذلک فقال احلقوہ کلہ او اترکوہ کلہ.

قال النووی رحمہ اللّٰہ تعالٰی: مذھبنا کراھۃ مطلقاً للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث وھی کراھۃ تنزیہ وکذلک کرھہ مالک والحنفیۃ رحمہم اللّٰہ تعالٰی.

وعن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال کانت لی ذؤابۃ فقالت لی امی لااجزھا کان رسول اللّٰہ ﷺ یمدھا ویأخذ بہا.

وقیل ان ذؤابۃ انما یجوز اتخاذھا الغلام اذا کانت مع غیرھا من الشعور التی فی الرأس واما الحلق شعرہ کلہ وترک لہ ذؤابۃ فھو القزع الذی نہی عنہ رسول اللّٰہ ﷺ.

عن الحجاج بن حسان قال دخلنا علی انس بن مالک رضی اللّٰہ

تعالی عنه فحدثتني اختي المغيرة قالت وانت يومئذ غلام ولک قرنان او قصتان فمسح رأسک وبرک عليک وقال احلقوا هذين او قصوهما فان هذا زی اليهود.

وهذا يدل على ان الرواية المتقدمة عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال كانت لی ذؤابة لايدل على جواز ذؤابة مطلقاً بل الظاهر أن المنهي عنه غير المرخص فيه فالرخصة انما هي اذا كان جميع شعر الرأس موجودة وكانت الذؤابة طويلة من سائر الشعور واما اذا كان البعض محلوقاً والذؤابة باقية فلا رخصة فيه. (بذل المجهود، ص: ۷۸، ج: ٦)

وقال الحافظ العسقلاني رحمه اللّٰه تعالٰی: قال النووی رحمه اللّٰه تعالٰی الاصح ان القزع ما فسر به نافع رحمه اللّٰه تعالٰی وهو حلق بعض رأس الصبي مطلقاً ومنهم من قال هو حلق مواضع متفرقة منه والصحيح الاول لانه تفسير الراوی وهو غير مخالف للظاهر فوجب العمل به، وقلت الا ان تخصيصه بالصبي ليس قيداً، قال النووی رحمه اللّٰه تعالٰی اجمعوا على كراهته اذا كان في مواضع متفرقة الا للمداواة او نحوها وهي كراهة تنزيه ولافرق بين الرجل والمرأة وكرهه مالک في الجارية والغلام وقيل في رواية لهم لابأس به في القصة والقفا للغلام والجارية قال ومذهبنا كراهته مطلقاً قلت حجته ظاهرة لانه تفسير الراوی واختلف في علة النهي فقيل لكونه يشوه الخلقة وقيل لانه زی الشيطان وقيل لانه زی اليهود وقد جاء هذا في رواية لابی داؤد (وبعد سطر) ويمكن الجمع بأن

الذؤابة الجائزة اتخاذها ما يفرد من الشعر فيرسل ويجمع ما عداها بالضفر وغيره والتي تمنع ان يحلق الرأس كله ويترک ما في وسطه ويتخذ ذؤابة وقد صرح الخطابي بأن هذا مما يدخل في معنى القزع واللّٰه اعلم (فتح الباری، ص: ۳۰۸، ج: ۱۰)

قال العلامة ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰی: وفي الذخيرة ولابأس بأن يحلق وسط رأسه ويرسل شعره من غير ان يفتله وان فتله فذلک مكروه لانه يصير مشبها ببعض الكفرة والمجوس وفي ديارنا يرسلون الشعر من غير فتل ولكن لايحلقون وسط الرأس بل يجزون الناصية تتارخانية قال ويكره القزع وهو ان يحلق البعض ويترک البعض قطعاً مقدار ثلاث اصابع كذا في الغرائب. (ردالمحتار، ص: ۴۰۷، ج: ۲)

وكذا في الهندية وزاد: وعن ابی حنيفة رحمه اللّٰه تعالٰی يكره ان يحلق قفاه الا عند الحجامة كذا في الينابيع. (عالمگیریة، ص: ۳۵۷، ج: ۵)

ذخیرہ میں مذکورہ صورت جواز علت نہی کو تشبہ بالکفار میں منحصر سمجھنے کے خیال پر مبنی ہے۔ یہ خیال دو وجوہ سے صحیح نہیں:

(۱) خلق اللہ کی تغییر و تشویہ بہر صورت پائی جاتی ہے جو نہی کے لئے کافی ہے۔

یہ علت نہی بندہ کے خیال میں تھی بعد میں اس کی تصریح فتح الباری میں بھی مل گئی وقد مر نصه فالحمدللّٰه على موافقة الاكابر.

(۲) قزع کے لغوی معنی سب صورتوں کو شامل ہیں۔

قال الحافظ رحمه الله تعالى: القزع بفتح القاف والزاء ثم المهملة جمع قزعة وهي القطعة من السحاب وسمي شعر الرأس اذا حلق بعضه وترک بعضه تشبيها بالسحاب المتفرق. (فتح الباری، ص: ٦٠٣، ج: ١)

وجوہ مذکورہ کی بناء پر امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ نے اطلاق ہی کو صحیح اور واجب العمل قرار دیا ہے، ومر نصهما عن الفتح.

بذل المجہود کی وجہ التوفیق میں مذکورہ صورت جواز بھی اس لئے صحیح نہیں کہ اس میں علت نہی تغییر خلق موجود ہے۔

امام نوویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قزع میں کراہت تنزیہ کا قول فرمایا ہے، اس بارے میں تین امور:

(۱) ظاہر حدیث اور تعلیل "تغییر خلق اللہ" سے کراہت تحریم ثابت ہوتی ہے۔

(۲) کراہت تنزیہ پر دوام سے کراہت تحریم ہو جاتی ہے۔

(۳) یہ قول اس صورت میں ہے کہ تشبہ بالکفار نہ ہو، جب تغییر الخلق کے ساتھ تشبہ بالکفار بھی مل جائے تو کراہت تحریم ہونا ظاہر ہے۔

سوالات کے بالترتیب جوابات:

(۱/۲) فیشن میں روز بروز تبدیلیاں آتی رہتی ہیں مگر انگریزی دور کے آغاز

سے اب تک یہ امر اس فیشن کا جزء لازم اور قدر مشترک کے طور پر رہا ہے کہ کہیں سے چھوٹے کہیں سے بڑے ہوتے ہیں، گویا یہ فیشن پورا ہی جب ہوتا ہے کہ بالوں میں یکسانیت نہ ہو، یکسانیت کا فقدان جیسے کاٹنے سے ہوتا ہے ایسے ہی منڈانے سے بھی ہوتا ہے، جیسے کانوں کے قریب استرا لگوانے کا معمول ہے۔

یہ صورت جس میں پورے سر کے بال برابر نہ ہوں، حضور اکرم ﷺ کے ارشادات اور محدثین فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی نصوص سے واضح طور پر ممنوع ہے۔ خواہ یہ کسی کافر و فاسق قوم یا گروہ کا شعار ہو یا نہ ہو، اگر فساق و فجار کا شعار بھی ہو تو اس کا گناہ اور بھی سخت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار.

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم.

اور فرمایا:

لاتشبهوا باليهود والنصارى.

اور فرمایا:

خالفوا اليهود والنصارى.

(۳) جب ایک چیز کا گناہ ہونا واضح ہو گیا تو پھر یہ کہنا کہ "یہ کم درجہ کا ناجائز ہے اور یہ بڑے درجہ کا" سخت خطرناک گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی بجائے اس کو ہلکا سمجھنا اور گناہ کو جائز کرنے کے حیلے بہانے ڈھونڈنا عام مسلمان کے شایان شان

بھی نہیں ہوسکتا، اگر خدانخواستہ یہ حالت عالم کہلانے والے کی ہوگئی ہے تو اس کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے

چون کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

مکروہ تحریمی اور حرام میں صرف عقیدہ کے اعتبار سے فرق ہے، عملاً دونوں مساوی ہیں، دونوں گناہ کبیرہ ہیں اور دونوں پر عذاب برابر ہے۔

(۴) علماء جو پوری امت کے لئے رہنما اور مقتدا ہیں، ان کی ذرا سی نامناسب بات بھی بہت ہی معیوب ہے اور تھوڑی سی کوتاہی لاکھوں، کروڑوں انسانوں کی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے، چہ جائیکہ مکروہ تحریمی کو پاکا سمجھا جانے لگے، اس میں کفر کا خطرہ ہے۔

(۵) سر کے بال منڈوانا جائز ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت دائمہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین.

لہٰذا اسے مثلہ کہنا بہت خطرناک گمراہی ہے۔

(۶) احساس کمتری تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ جب تربیت کرنے والوں کا حال یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صلحاء کی شکل و ہیئت کی بجائے فساق و فجار کی شکل و ہیئت سے پیار ہو تو ان سے تربیت پانے والے بھی اسی کے دلدادہ ہوں گے، ان کی صحیح تربیت کر کے صلحاء کی ہیئت پر فخر کرنے کا جذبہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاویٰ، ج:۸، ص:۷۹تا۸۹، ط، ایچ ایم سعید)

سر کے بالوں کو صاف کرانا

سوال: ایک مولانا یہ فرماتے ہیں کہ: ''سر پر پٹھوں کا رکھنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے، سوائے حج وعمرہ کے سر منڈانا بدعت ہے۔'' لہٰذا جناب تحقیق کر کے تحریر فرمائیں کہ کیا حضور پاک ﷺ نے مدینہ منورہ میں سر منڈایا ہے؟ اور خلفائے راشدین کا کیا عمل ہے؟ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، ائمہ اربعہ کا کیا مذہب ہے؟ اور صحاح ستہ کے محدثین کا کیا مسلک ہے؟

جواب:.......ومن اللّٰہ الصدق والصواب:

آنحضرت ﷺ کا حج وعمرہ کے علاوہ سر مبارک کے بال صاف کرانا میرے علم میں نہیں ہے، البتہ بعض احادیث میں سر منڈانے کا جواز معلوم ہوتا ہے، اور وہ درج ذیل ہیں:

۱:....''عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان النبی ﷺ رأی صبیاً قد حلق بعض رأسہ وترک بعضہ فنھاھم عن ذلک فقال: احلقوہ کلہ او اترکوہ کلہ''. [ابو داؤد ج: ۲ ص: ۲۲۱]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا تھا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا، آنحضرت ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: یا تو پورا سر منڈاؤ، یا پورا چھوڑ دو''۔

۲....''عن عبداللّٰہ بن جعفر رضی اللّٰہ عنھما ان النبی ﷺ امھل آل جعفر ثلاثاً ان یأتیھم، ثم اتاھم فقال: لاتبکوا علی اخی بعد

الیوم، ثم قال: ادعوا لی بنی أخی، فجیٔ بنا کأننا افرخ، فقال: ادعوا لی الحلاق، فحلق رؤسنا"۔ [ابوداؤد، ج:۲، ص:۲۲۱]

ترجمہ:...."حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (جب ان کے والد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے تو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آلِ جعفر کو تین دن تک (اظہارِ غم) کی مہلت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہیں لائے، پھر (تین دن بعد) ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا" پھر فرمایا: "میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ" چنانچہ ہمیں لایا گیا گویا ہم چوزے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حلاق کو بلاؤ" چنانچہ (حلاق بلایا گیا اور) اس نے ہمارے سر کے بال صاف کئے"۔

۳:...."عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کان لہ شعر فلیکرمہ"۔ [ابو داؤد، ج:۲، ص:۲۱۷]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس کے بال رکھے ہوئے ہوں اسے چاہئے کہ ان کو اچھی طرح رکھے (کہ تیل لگایا کرے اور کنگھی کیا کرے)"۔

حدیثِ اوّل (حدیث نہی عن القزع) کے ذیل میں "لامع الدراری" میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے "تقریر مکی" کے حوالے سے حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ کا ارشاد نقل کیا ہے:

"وفی تقریر المکی: قال قدس سرہٗ القزع فی اللغة حلق بعض الرأس وترک بعضہ مکروہ تحریماً کیف ما کان، لاطلاق النھی عنہ.....

الی قولہ.... فالحاصل ان السنة حلق الکل او ترک الکل وما سواھما کلہ منھی عنہ" [لامع، ج:۳، ص:۲۳۰ مطبوعة سہارنپور]

ترجمہ:...."تقریر مکی میں ہے کہ: حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: لغت میں "قزع" کے معنی ہیں: سر کے کچھ حصے کو مونڈ دیا جائے اور کچھ چھوڑ دیا جائے، یہ مطلقاً مکروہِ تحریمی ہے، خواہ کسی شکل میں ہو، کیونکہ ممانعت مطلق ہے.... حاصل یہ کہ سنت یا تو پورے سر کا حلق کرنا ہے یا پورے کا چھوڑ دینا، ان دونوں صورتوں کے سوا ہر صورت ممنوع ہے"۔

اور دوسری حدیث کے ذیل میں حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ "بذل المجہود" میں تحریر فرماتے ہیں:

"وفیہ ان الکبیر من اقارب الأطفال یتولیٰ امرھم وینظر فی مصالحھم من حلق الرأس وغیرہ"۔ [بذل، ج:۵، ص:۷۷، مطبوعہ سہارنپور]

ترجمہ:...."اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بچوں کے اقارب میں جو بڑا ہو وہ بچوں کے معاملات کا متولی ہوگا، اور ان بچوں کی ضروریات و مصالح مثلاً سر منڈانا وغیرہ (کا نظر رکھے گا)"۔

اکابر کی ان تصریحات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے سر کے بال اُتارنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس لئے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ "حلق" کو سنت سے تعبیر فرماتے ہیں۔

حضرات خلفائے راشدین میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے حج وعمرہ کے علاوہ سر کے بال صاف کرانے کی روایت نہیں ملی، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سر کے بال صاف کراتے تھے:

"عن علي رضي الله عنه قال: ان رسول اللهﷺ قال: من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل بها كذا و كذا من النار. قال عليؓ: فمن ثم عاديت رأسي، فمن ثم عاديت رأسي، فمن ثم عاديت رأسي، و كان يجز شعره رضي الله عنه". [ابو داؤد، ج: ۱، ص: ۳۳]

ترجمہ:..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا: جس نے غسلِ جنابت میں بدن کے ایک بال کی جگہ کو بھی چھوڑ دیا کہ اس کو نہ دھویا، اس کو دوزخ میں ایسے ایسے جلایا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (اس حدیث کو بیان کرکے) فرماتے تھے کہ: اسی لئے میں نے اپنے سر سے دُشمنی کر رکھی ہے، تین بار فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے سر کے بال تراشا کرتے تھے (اسی کو دُشمنی سے تعبیر فرمایا)"۔

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (صاحب سرِ رسول اللہﷺ) سے بھی مروی ہے کہ وہ سر منڈاتے تھے:

عن ابی البختری قال: خرج حذيفة رضی الله عنه وقد جم شعره، فقال: ان تحت كل شعرة لايصيبها الماء جنابة فعاديتها فلذلك عاديت رأسي كما ترون". [مصنف ابن ابی شیبة ج: ۱، ص: ۱۰۰]

ترجمہ:..... ابوالبختریؒ کہتے ہیں کہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے، اس حال میں کہ اپنے بال صاف کئے ہوئے تھے، پس فرمایا کہ: ہر بال کے نیچے جس کو پانی نہ پہنچا ہو جنابت ہے، پس اس سے نفرت کرو، اسی بنا پر میں نے اپنے سر سے دُشمنی کر رکھی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو"۔

بظاہر یہ دونوں حضرات آنحضرتﷺ کے سامنے سر کے بال تراشتے ہوں گے، اور آنحضرتﷺ نے اس کی تصویب و تقریر فرمائی ہوگی، اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سر کے بال تراشنا نہ صرف ایک خلیفہ راشد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) اور ایک عظیم المرتبت صحابی (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ) کی سنت ہے، بلکہ یہ آنحضرتﷺ کی تقریری سنت ہے۔

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی فقہی کتابوں میں بھی سر منڈانے یا کترنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

فقہِ حنفی:..... درمختار میں منظومہ وہبانیہ سے نقل کیا ہے:

"وقد قيل حلق الرأس في كل جمعة يحب وبعض بالجواز يعبر".

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ ہر جمعہ کو سر منڈانا مستحب ہے اور بعض حضرات اس کو جواز سے تعبیر کرتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ اس کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"وفي الروضة للزندويسي: ان السنة في شعر الرأس اما الفرق

واما الحلق وذكر الطحاوى: ان الحلق سنة ونسب ذلک الى العلماء الثلاثة". [ردالمحتار ج: ٦، ص: ٤٠٧، کراچی]

ترجمہ: زندویسی کی الروضہ میں ہے کہ: سر کے بالوں میں سنت یا تو مانگ نکالنا ہے یا حلق کرنا ہے، اور امام طحاویؒ نے ذکر کیا ہے کہ حلق سنت ہے اور انہوں نے اس کو ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کی طرف منسوب کیا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں علامہ شامیؒ کی نقل کردہ عبارت "تاتارخانیۃ" کے حوالے سے نقل کرکے اس پر یہ اضافہ کیا ہے:

"ویستحب حلق الرأس فی کل جمعة". [فتاوی هندیه ج: ٥، ص: ٣٥٧، کوئٹہ]

فقہ شافعی:...امام محی الدین نوویؒ شرح مہذب میں لکھتے ہیں:

"(فرع) اما حلق جميع الرأس فقال الغزالى لاباس به لمن اراد التنظيف ولاباس بتركه لمن أراد دهنه وترجيله، هذا كلام الغزالى، وكلام غيره من أصحابنا فى معناه، وقال احمد بن حنبل رحمه الله: لاباس بقصه بالمقراض، وعنه فى كراهة حلقه روايتان، والمختار ان لاكراهة فيه ولكن السنة تركه فلم يصح ان النبى ﷺ حلقه الا فى الحج والعمرة ولم يصح بالنهى عنه، ومن الدليل على جواز الحلق وانه لاكراهة فيه حديث ابن عمر رضى الله عنهما قال: رأى رسول الله ﷺ صبياً قد حلق بعض شعره وترك بعضه فنهاهم عن ذلک وقال: "احلقوه كله أو اتركوه كله"

رواه أبوداؤد باسناد صحيح على شرط البخارى ومسلم، وعن عبدالله بن جعفر رضى الله عنهما ان النبى ﷺ امهل آل جعفر ثلاثاً ثم أتاهم فقال: لاتبكوا على اخى بعد اليوم" ثم قال: "ادعوا لى بنى أخى" فجئ بنا كأنا افرخ، فقال: "ادعوا لى الحلاق" فأمره فحلق رؤسنا. حديث صحيح رواه أبوداؤد باسناد صحيح على شرط البخارى ومسلم". [المجموع شرح المهذب، ج: ١، ص: ٢٩٥، ٢٩٦]

ترجمہ: (مسئلہ) رہا پورے سر کا منڈانا تو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں اس شخص کے لئے جو صفائی کرنا چاہتا ہو، اور حلق نہ کرانے میں بھی کوئی حرج نہیں اس شخص کے لئے جو تیل لگانے اور کنگھی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ یہ امام غزالیؒ کا ارشاد ہے اور ہمارے دوسرے حضرات (شافعیہ) کا کلام بھی اسی کے ہم معنی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ قینچی سے سر کے بال کترانے میں کوئی حرج نہیں اور سر کا منڈانا مکروہ ہے یا نہیں؟ اس میں امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں، مختار یہ ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں، لیکن سنت یہ ہے کہ حلق نہ کرایا جائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے حج و عمرہ کے علاوہ حلق کرانا ثابت نہیں اور اس کی ممانعت کی تصریح بھی ثابت نہیں، اور اس بات کی دلیل کہ حلق جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کا کچھ سر منڈا ہوا تھا اور کچھ نہیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: یا تو پورا سر منڈاؤ یا پورا چھوڑ دو۔ اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے ایسی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آل جعفر کو تین دن تک (اظہارِ غم) کی مہلت

دی، پھر ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا۔ پھر فرمایا: میرے بھتیجوں کو میرے پاس لاؤ، ہمیں بلایا گیا، گویا ہم پرندے کے چوزے تھے (کم سنی اور بال بڑھے ہوئے ہونے کی وجہ سے چوزے سے تشبیہ دی) فرمایا: حجام کو بلاؤ، حلاق آیا تو اس کو حکم فرمایا، اس نے ہمارے سر کے بال مونڈ دیے۔

فقہ حنبلی:..... جیسا کہ اُوپر امام نوویؒ کی عبارت سے معلوم ہوا، امام احمدؒ کے نزدیک قینچی سے تراشنا بلا کراہت جائز ہے (خود امام احمدؒ کا عمل بھی اسی پر تھا) اور حلق میں ان سے دو روایتیں ہیں، راجح اور مختار یہ ہے کہ حلق بھی بغیر کراہت کے جائز ہے، امام ابن قدامہ مقدسی حنبلیؒ نے "المغنی" میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے، ان کی عبارت درج ذیل ہے:

"(فصل) واختلف الرواية عن احمد في حلق الرأس فعنه أنه مكروه لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال في الخوارج: "سيماهم التحليق" فجعله علامة لهم، وقال عمر لصبيغ: لو وجدتك محلوقا لضربت الذى فيه عيناك بالسيف، و روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال: "لاتوضع النواصى الا في الحج والعمرة" رواه الدار قطنى في الأفراد. و روى أبو موسىٰ عن النبي صلى الله عليه وسلم: "ليس منا من حلق" رواه أحمد. وقال ابن عباسؓ: الذى يحلق رأسه في المصر شيطان، قال احمد: كانوا يكرهون ذلك. و روى عنه لايكره ذلك لكن تركه أفضل. قال حنبل: كنت أنا و أبى نحلق رؤسنا في حياة أبى عبدالله فيرانا ونحن نحلق فلاينهانا وكان هو يأخذ رأسه بالجلمين ولايحفيه ويأخذه وسطاً، وقد روى ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى غلاماً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه فنهاهم عن ذلك، رواه

مسلم، وفي لفظ قال: "احلقه كله أو دعه كله". و روى عن عبدالله بن جعفرؓ أن النبي صلى الله عليه وسلم لما جاء نعى جعفر ثلاثاً أن يأتيهم، ثم أتاهم فقال: لاتبكون على أخى بعد اليوم" ثم قال: "ادعوا بنى أخى" فجيء بنا، قال: "ادعوا لى الحلاق" فأمر بنا فحلق رؤسنا. رواه ابو داؤد الطيالسى ولأنه لايكره استئصال الشعر بالمقراض وهذا في معناه وقول النبي صلى الله عليه وسلم: "ليس منا من حلق" يعنى في المصيبة لأن فيه: "أو صلق أو حلق" قال ابن عبدالبر: وقد أجمع العلماء على اباحة الحلق و كفى بهذا حجة. وأما استئصال الشعر بالمقراض فغير مكروه، رواية واحدة قال أحمد: انما كرهوا الحلق بالموسىٰ واما بالمقراض فليس به بأس لأن ادلة الكراهة تختص بالحلق". [المغنى مع الشرح الكبير، ج: ۱، ص: ۷۳، ۷۴]

ترجمہ: سر کا حلق کرانے کے بارے میں امام احمدؒ سے روایتیں مختلف ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجیوں کے بارے میں فرمایا کہ: "ان کی علامت سر منڈانا ہے" پس سر منڈانے کو خوارج کی علامت قرار دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبیغ سے فرمایا تھا کہ اگر تیرا سر منڈا ہوا ہوتا تو تلوار سے تیرا سر اُڑا دیتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشانی کے بال صاف نہ کرائے جائیں مگر حج و عمرہ میں، اس کو دار قطنی نے افراد میں روایت کیا ہے، اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم میں سے نہیں وہ شخص جس نے حلق کیا"۔ یہ مسند احمد کی روایت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: وہ شخص شہر میں اپنے

سر کا حلق کراتا ہے وہ شیطان ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ: سلف اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ امام احمدؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ مکروہ تو نہیں، لیکن نہ کرنا افضل ہے۔ حنبل کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد امام احمدؒ کی حیات میں سر منڈایا کرتے تھے، آپؒ دیکھتے تھے اور منع نہیں فرماتے تھے، اور خود قینچی سے کتراتے تھے، اُسترے سے صاف نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کا کچھ سر منڈا ہوا تھا اور کچھ نہیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا (یہ صحیح مسلم کی روایت ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پورا صاف کراؤ یا پورا چھوڑ دو“ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ (شہید موتہ) کے انتقال کی خبر آئی تو آنحضرت ﷺ نے آلِ جعفر کو تین دن (اظہارِ غم) کی مہلت دی، ان کے پاس تشریف نہیں لائے، تین دن کے بعد تشریف لائے تو فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا۔ پھر فرمایا: میرے بھائی کے بچوں کو میرے پاس لاؤ! ہمیں لایا گیا تو فرمایا: حلاق کو بلاؤ! حلاق آیا تو اسے ہمارے سروں کا حلق کرنے کا حکم فرمایا۔ (یہ ابوداؤد طیالسی کی روایت ہے) اور سر منڈانا اس لئے بھی مکروہ نہیں کہ باریک قینچی سے سر کے بالوں کو بالکل صاف کر دینا مکروہ نہیں، اور حلق میں بھی یہی چیز ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ: ”ہم میں سے نہیں جس نے حلق کیا“ اس سے مراد مصیبت میں حلق کرنا ہے، کیونکہ اسی حدیث میں یہ بھی ہے: ”او صلق و خرق“ یعنی یا چلایا یا کپڑے پھاڑے“۔ حافظ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ: ”حلق کے مباح ہونے پر اہلِ علم کا اجماع ہے“ اور یہ کافی دلیل ہے۔ رہا قینچی سے بالوں کا باریک

کاٹنا، اس میں ایک ہی روایت ہے کہ یہ مکروہ نہیں، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اُسترے سے حلق کرنے کو مکروہ سمجھا ہے، قینچی سے کترنے کا کوئی حرج نہیں، کیونکہ کراہت حلق کے ساتھ خاص ہے“۔

فقہ مالکی:۔۔۔ حضرات مالکیہ کے سب سے بڑے ترجمان الامام الحافظ ابو عمرو ابن عبدالبرؒ کا قول ”المغنی“ کے حوالے سے اوپر آچکا ہے کہ:

”اجمع العلماء علی اباحة الحلق“۔

اور حافظ ابن قدامہ مقدسیؒ کے بقول: ”و کفی به حجة“ (یہ دلیل و برہان کے لحاظ سے کافی ہے) حافظ ابن عبدالبرؒ کا قول علامہ عینیؒ نے بھی شرح بخاری میں نقل کیا ہے:

”وادعی ابن عبدالبر الاجماع علی اباحة حلق الجمیع“۔ (عمدة القاری، ج: ۲۲، ص: ۵۸، بیروت)

ترجمہ: اور حافظ ابن عبدالبر نے حلق کے مباح ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

مندرجہ بالا فقہی مذاہب کی تفصیل کے بعد حضرات محدثین رحمہم اللہ کے مسلک کی وضاحت غیر ضروری ہے، تاہم ان حضرات کا مسلک ان کے تراجم ابواب سے واضح ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ”نهی عن القزع“ کی ترمذی کے علاوہ سب حضرات نے تخریج کی ہے اور اس پر درج ذیل ابواب قائم کئے ہیں:

صحیح بخاری ج: ۲، ص: ۸۷۷، باب القزع [کتاب اللباس]۔

صحیح مسلم ج: ۲ ص: ۲۰۳، النهی عن القزع [کتاب اللباس

الزینۃ]۔

نسائی ج: ۲، ص: ۲۷۵، النھی عن القزع [کتاب الزینۃ]۔

ابن ماجہ ج: ۲، ص: ۲۵۹، النھی عن القزع [کتاب اللباس]۔

ابو داؤد ج: ۲، ص: ۲۲۱، باب فی الصبی لہ ذوابۃ (کتاب الترجل)

علاوہ ازیں امام نسائیؒ نے ج:۲،ص:۲۷۳ میں "الرخصۃ فی حلق الرأس" کا امام ابوداؤدؒ نے "باب فی حلق الرأس" کا عنوان قائم کیا ہے، مگر "کراھۃ حلق الرأس" کا عنوان کسی نے قائم نہیں کیا۔ اس سے ان حضرات کا مسلک واضح ہوجاتا ہے کہ ان کے نزدیک "قزع" مکروہ ہے، یعنی یہ کہ سر کے کسی حصے کے بال اُتار دیئے جائیں اور کسی حصے کے چھوڑ دیئے جائیں، لیکن تمام سر کے بال اُتار دینا مکروہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ صحیح احادیث میں سر کے بال اُتارنے کی اجازت دی گئی ہے، صحابہؓ میں سے بعض اکابر و اجلہ کا اس پر عمل ثابت ہے، اور بقول ابن عبدالبرؒ "تمام علماء کا اس کے جواز پر اجماع ہے"۔ یہی ائمہ اربعہؒ کا مسلک ہے اور یہی حضرات محدثینؒ کا، اس لئے اس کو ناجائز یا بدعت کہنا، جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے، بے جا جسارت ہے۔ البتہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سر پر بال رکھنا آنحضرت ■ اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا معمول مبارک تھا، لیکن چونکہ یہ سنتِ تشریعیہ نہیں، بلکہ سنتِ عادیہ ہے اس لئے اگرچہ حلق و قصر بلا کراہت جائز ہے، تاہم بال رکھنا اولیٰ و افضل ہے، یہ مضمون امام نوویؒ کی عبارت میں آچکا ہے، علامہ علی قاریؒ حدیث ابن عمرؓ:

"احلقوا کلہ او اترکوہ کلہ"۔

ترجمہ: اسے پورا مونڈ دو یا پورا چھوڑ دو۔

کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"(او اترکوہ کلہ) فیہ اشارۃ الی الحلق فی غیر الحج والعمرۃ جائز، وان الرجل مخیر بین الحلق والترک، لکن الأفضل ان لایحلق الا فی احد النسکین، کما کان علیہ ﷺ مع اصحابہ رضی اللہ عنھم، وانفرد منھم علی کرم اللہ وجھہ"۔ (مرقاۃ ج: ۴، ص: ۴۰۹، بمبئی)

ترجمہ: اس میں اشارہ ہے کہ حج وعمرہ کے بغیر بھی حلق جائز ہے اور یہ آدمی کو اختیار ہے خواہ حلق کرائے یا چھوڑ دے، لیکن افضل یہ ہے کہ حج وعمرہ کے بغیر حلق نہ کرائے، آنحضرت ﷺ اور عام صحابہ رضوان اللہ علیہم کا یہی معمول تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حلق کرانے میں منفرد تھے"۔۔۔الخ۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۸، ص: ۳۳۲ تا ۳۳۰، مکتبہ لدھیانوی)

کیا سر منڈانا سنت ہے؟

سوال: سر منڈانا سنت ہے یا نہیں، لمہ جمہ وفرہ تو سنت ہے ہی اس کے علاوہ قصر کا کیا حکم ہے؟ حضرت صدر مفتی صاحب دار العلوم دیوبند کی خدمت اقدس میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ مذکورہ سوالات کے واضح جوابات سے نوازیں، تاکہ حق کی وضاحت ہوجائے۔

الجواب وباللہ التوفیق: سر منڈانا بھی سنت ہے اور قصر بھی جائز ہے، کما فی قولہ تعالیٰ: "محلقین رؤسکم ومقصرین"۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ، ج: ۳، ص: ۳۲۸، ۳۲۹، ط، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی)

کیا سر کے بال منڈانا خارجیوں کی علامت ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سر کے بال حج اور عمرہ کے علاوہ منڈانا چاہئے یا نہیں؟ "تحفۃ الطالبین ص: ۱۵" پر لکھا ہے کہ سر کے بال منڈانا خارجیوں کی علامت ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت عبید بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے سر منڈایا وہ مجھ سے نہیں ہے، کیا یہ تمام باتیں صحیح ہیں یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: سر منڈانا بلا کراہت درست ہے، اور آپ نے "تحفۃ الطالبین" کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے کہ یہ خارجیوں کی علامت ہے، تو اُس میں صرف ایک پہچان بتائی گئی ہے، سر منڈانے کی مذمت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ ذکر قوماً یکونون فی أمتہ یخرجون فی خرقۃ من الناس، سیماھم التحلیق ھم شر الخلق، أو من شر الخلق یقتلھم أدنی الطائفین من الحق الخ. [المسند للامام أحمد بن حنبل ۱۷/ ۶۲ تحت رقم: ۱۱۰۱۸ مطبوعۃ: الرسالۃ]

قولہ: التحلیق: أی حلق الرأس، ولم یکن ذاک من عادۃ العرب. [تعلیقات علی مسند أحمد ۱۷/۶۳ تحت رقم: ۱۱۰۱۹ مطبوعۃ: الرسالۃ]

سیماھم التحلیق لیس فیہ ذم التحلیق، بل ھی علامۃ لتلک الفرقۃ. [حاشیۃ سنن ابن ماجۃ ۱/ ۶۱]

أن الخوارج سیماھم التحلیق وکان السلف یوفرون شعورھم لایحلقونھا. [فتح الباری، ۸/ ۶۸ تحت رقم: ۴۳۵۱، المسند للامام أحمد بن حنبل ۱۷/ ۴۹ تحت رقم: ۱۱۰۰۹ مطبوعۃ: الرسالۃ]

اگر یہ عمل قابل مذمت ہوتا تو حج وعمرہ میں بھی اس کی اجازت نہ ہوتی۔ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں آپ ﷺ نے سر منڈانے والے سے برأت فرمائی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غم ومصیبت کے وقت سوگ کے اظہار کے طور پر سر کے بال منڈائے، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا اور آج بھی غیر مسلموں میں اس کا رواج ہے، تو اس طور پر سر منڈانا یقیناً گناہ اور حرام ہے۔ [صحیح مسلم ۱/ ۷۰]

وفی الروضۃ: أن السنۃ فی شعر الرأس اما الفرق أو الحلق، وذکر الطحاوی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: أن الحلق سنۃ، ونسب ذلک الی العلماء الثلاثۃ. [شامی ۹/ ۵۸۴ زکریا] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ (کتاب النوازل، ج: ۱۵، ص: ۵۰۴، ۵۰۵)

بال مونڈانے کا سنت طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص سر کے بال مونڈنا یا مونڈوانا چاہے، تو اس کا سنت طریقہ کیا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: سر منڈانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے حجام (نائی) کے سامنے سر کا دائیں طرف کا حصہ پیش کرے، اور اس کے بال منڈوائے، پھر بائیں

طرف کا حصہ پیش کرے، اور اس کے بال منڈائے، یہی طریقہ آپ سے حج کے موقع پر سر منڈانے کا منقول ہے۔

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال: لما رمی رسول اللّٰہ ﷺ الجمرة نحر نسکہ، ثم ناول الحالق شقہ الأیمن، فحلقہ فأعطاہ أبا طلحة، ثم ناولہ شقہ الأیسر فحلقہ، فقال: اقسمہ بین الناس. [سنن الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء بأی جانب الرأس یبدأ فی الحلق ١/ ١٨١ رقم: ٩١٢ المکتبة الأشرفیہ دیوبند]

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من تشبہ بقوم فھو منھم. [سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرة ٢/ ٥٥٩ رقم: ٤٠٣١ دار الفکر بیروت، مشکٰوة المصابیح، کتاب اللباس/ الفصل الثانی ٢/ ٣٧٥] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ (کتاب النوازل، ج: ١٥، ص: ٥٠٥، ٥٠٦)

مرد کا عورتوں کی طرح لمبے بال رکھنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ مرد لوگ اپنے سر کے بال بہت لمبے لمبے کر لیتے ہیں، جن کو لوگ صوفی جی کہتے ہیں، تو بال عورتوں کی طرح لمبا کرنا کیسا ہے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی مرد کیلئے عورتوں کی طرح بال رکھنا ممنوع ہے۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: لعن رسول اللّٰہ ﷺ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال. [صحیح البخاری، کتاب اللباس/ باب المتشبھین بالنساء والمتشبھات بالرجال ٢/ ٨٧٣ رقم: ٥٨٨٥ دار الفکر بیروت، مشکاة المصابیح، باب الترجل ٣٨٠] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ (کتاب النوازل، ج: ١٥، ص: ٥١٠، ٥١١)

مغربی فیشن کے مطابق سے بال کٹوانا

سوال: اگر کوئی مسلمان اپنے سر کے بالوں کا بعض حصہ زیادہ کٹوائے اور بعض حصہ کم کٹوائے یا دیگر مغربی فیشن کے مطابق سر کے بال کٹوائے، تو کیا اس طریقے سے سر کے بال کٹوانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حضور نبی کریم ﷺ نے یا تو سر کا حلق کیا ہے اور یا تین طریقوں سے (یعنی وفرہ، لمہ اور جمہ) سر کے بال رکھے ہیں، لہٰذا اگر سر کے بعض بال زیادہ کاٹ دیے جائیں اور بعض رکھے جائیں تو یہ حضور نبی کریم ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر غیر مسلم اقوام کی مشابہت ہے اس لیے ان غیر مسلم اقوام کی وجہ سے اس قسم کے بال بنانے سے اجتناب ضروری ہے۔

لما ورد فی الحدیث: عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ من تشبہ بقوم فھو منھم. [ابو داؤد، کتاب اللباس، ج: ٢، ص: ٢٠٣]۔ (فتاویٰ حقانیہ، ج: ٢، ص: ٤٦٤، ط، مکتبہ سید احمد شہیدؒ اکوڑہ خٹک)

انگریزی بال کوسنتی بال بنانا

سوال: انگریزی بال کوسنتی بال میں تبدیل کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: بہتر یہ ہے کہ انگریزی بال منڈا دیئے جائیں، اس کے بعد سنت کے مطابق رکھے جائیں تاکہ کامل تبدیل ہو جائیں، گو بغیر منڈائے بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج:۱۹، ص:۴۳۷، ۴۳۸)

بوقتِ عذر سر کے کچھ بالوں کا حلق کرنے کا حکم

سوال: اگر کسی نے حجامت کی وجہ سے سر کے کچھ بال صاف کیے، تو یہ شخص حلق بعض الراس کے گناہ میں مبتلا ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: بصورتِ مسئولہ عذر کی وجہ سے کچھ بال صاف کرنے سے گناہ نہیں ہوگا، ہاں اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ تمام سر کا حلق کرالے تاکہ بدنما صورت بنانے سے بچ جائے۔

روی البخاری بسنده عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه ﷺ نهی عن القزع. [۲/۸۷۷، رقم: ۵۹۲۱، باب القزع، کتاب اللباس]

وفی روایة لمسلم عنه قال: قلت لنافع: وما القزع قال یحلق بعض رأس الصبی ویترک بعض. [رواه مسلم، رقم: ۲۱۲۰، باب کراهة القزع]...الخ۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

یکره القزع وهو أن یحلق البعض ویترک البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع کذا فی الغرائب وعن أبی حنیفة یکره أن یحلق قفاه الا عند الحجامة کذا فی الینابیع. [الفتاوی الهندیة: ۵/ ۳۵۷]

حجامہ میں مقصد حلق نہیں ہے بلکہ تابع ہے اور بطورِ فیشن حلق مقصود ہے۔ ملاحظہ بدائع الصنائع میں ہے:

ولو حلق موضع المحاجم فعلیه دم فی قول أبی حنیفة وقال أبو یوسف ومحمد فیه صدقة، وجه قولهما أن موضع الحجامة غیر مقصود بالحلق بل هو تابع فلایتعلق بحلقه دم.... لأنه اذا لم یکن مقصوداً بالحلق لاتتکامل الجنایة بحلقه. [بدائع الصنائع: ۲/۱۹۳، سعید]

البتہ آج کل غیر مسلم قوموں کی تقلید میں مسلمان نوجوان اور بچے اس فیشن میں مبتلا ہیں، اور اس فعل میں اوباش قسم کے لوگوں کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے، بنا بریں یہ طریقہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔

چنانچہ حضرت گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں:

بعض سر کے بال لینے اور بعض چھوڑنے مکروہ ہیں: تحریماً لقوله علیه السلام نهی عن القزعة۔ الحدیث۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص:۵۳۰)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا، ج:۳۳۲، ۳۳۳، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

مرد کے لئے جوڑا باندھنا جائز نہیں

سوال: اگر مرد کے بال بہت بڑے بڑے ہوں تو ان کو سنبھالنے کے لئے جوڑا

باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب: جائز نہیں۔

قال العلامة عالم بن العلاء الدهلوی رحمه الله تعالی: ویکره ان یصلی وهو عاقص شعره والعقص هو الاحکام والشد والمراد من المسألة عند بعض المشایخ ان یجمع شعره علی هامته ویشده بصمغ او غیره لیتلبد وعند بعضهم ان یلف ذوائبه حول رأسه کما تفعله النساء فی بعض الاوقات وعند بعضهم ان یجمع الشعر کله من قبل القفا ویمسکه بخیط او خرقة کیلا یصیب الارض اذا سجد. (التاتارخانیه، ج: ١، ص: ٥٦١)....الخ۔ (احسن الفتاوی، ج: ٨، ص: ٨٧، ط، سعید)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: کیا کسی مرد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ صلاۃ یا خارج صلاۃ میں اپنے بالوں کو چوٹی کی شکل میں بنالے؟ بینوا توجروا

الجواب: بصورت مسئولہ مرد کا اپنے بالوں کو چوٹی کی شکل میں بنانا نماز اور خارج نماز دونوں حالتوں میں مکروہ ہے....الخ۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ٧، ص: ٣٣١، ٣٣٢، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

سفید بال مؤمن کا نور

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: کہ سفید بالوں کے بارے میں جو آیا ہے کہ یہ مؤمن کا نور ہے، مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ یہ روایت کن کتب حدیث میں ہے؟ بحوالہ نقل فرمادیں کرم ہوگا۔

الجواب وباللہ التوفیق: جس روایت میں سفید بالوں کو مؤمن کا نور کہا گیا ہے، وہ مختلف کتب احادیث میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه وجده، أن النبی ﷺ نهی عن نتف الشیب، وقال: انه نور المسلم. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی النهی عن نتف الشیب، النسخة الهندیة ٢/ ١٠٩، دار السلام رقم: ٢٨٢١)

عن عمرو بن شعیب عن جده أن رسول اللهﷺ قال: لاتنتفوا الشیب، فانه نور المسلم، من شاب شیبة فی الاسلام کتب الله له بها حسنة وکفر عنه بها خطیئة ورفعه بها درجة. (مسند أحمد ٢/ ٢١٠، رقم: ٦٩٦٢، ٢/ ١٧٩، رقم: ٦٦٧٢)...الخ۔ (فتاوی قاسمیه، ج: ٢٣، ص: ٥٨٦، ط، مکتبه اشرفیه دیوبند)

سفید بال چننے کا حکم

سوال: اگر جوان آدمی کے سر میں چند سفید بال آجائیں تو ان کا چننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بصورت مسئولہ نوجوان آدمی کے سر میں چند بال سفید آجائیں کسی بیماری یا دوائیوں کی وجہ سے تو ان کا چننا بطور ازالہ عیب جائز ہے۔ ہاں بطور زینت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

ملاحظہ ہو حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:

وفي الخلاصة عن المنتقى كان أبو حنيفةؒ لايكره نتف الشيب الا على وجه التزين، وينبغي حمله على القليل أما الكثير فيكره لخبر أبي داؤد: لاتنتفوا الشيب فانه نور المسلم يوم القيامة. [حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٥٢٦، باب الجمعة، قديمي، وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر: ٤/ ٢٠٣]

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں: قال بعض العلماء: لايكره نتف الشيب الا على وجه التزين. [مرقاة المفاتيح: ٨/ ٣٠٦، باب الترجل، ط، امداديه ملتان]

قال في الدر المختار: ولابأس بنتف الشيب. وفي ردالمحتار: قيده في البزازية بأن لايكون على وجه التزين. [الدرالمختار مع ردالمحتار: ٦/ ٤٠٧، سعيد]

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

ازالہ عیب کے لیے سفید بال چننا جائز ہے اور قبل از وقت بالوں کا سفید ہونا عیب ہے لہذا جائز ہے۔[فتاوی رحیمیہ: ۸/۱۸۳، طبع قدیم]

اور ابوداؤد شریف کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سفید بال نہیں نکالنا چاہئے تو علامہ طحطاویؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ سفید بال زیادہ ہوجائیں تو حدیث کی بناپر ممنوع ہے۔ ورنہ ازالہ عیب درست ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۳۱، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

خواتین کا سر کے بال کٹوانا

عام حالات میں خواتین کا اپنے سر کے بالوں کو کٹوانا، کتروانا، فیشن کے طور پر چھوٹے کروانا، خواہ سامنے کی جانب سے ہو، دائیں بائیں جانب سے ہو، یا پیچھے کی جانب سے ہو، یعنی کسی بھی جانب سے ہو، مردوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ناجائز وگناہ ہے...الخ۔(المسائل المہمہ فیما ابتلت بہ العامۃ، ص: ۲۶۳)

وعن علي رضي الله عنه، قال: نهى رسول اللهﷺ ان تحلق المرأة رأسها. رواه النسائي. وفي المرقات تحت هذا الحديث: وذلك لأن ذوائب للنساء كاللحى للرجال في الهيئة والجمال. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ج: ٨، ص: ٣١٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: عورتوں کے لیے حضور نبی کریمﷺ نے مردوں سے مشابہت ممنوع قرار دی ہے، چونکہ سر کے بال کم کرنے یا کٹوانے کا معمول مردوں کا ہوتا ہے اس لیے عورتوں کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا مردوں سے مشابہت کی وجہ سے حرام ہے، البتہ کسی بیماری یا عذر ہونے کی صورت میں عورتوں کے لیے بھی بال کاٹنے کا کم کروانے کی شرعاً اجازت ہے، حج اور عمرہ میں عورتوں کے لیے بھی قصر کی اجازت ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: واذا حلقت المرأة شعر رأسها فان كان لوجع اصابها فلابأس به وان حلقت تشبيهاً بالرجال فهو مكروه.

[البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، ج: ۸، ص: ۲۰۵]۔ (فتاوی حقانیہ، ج: ۲، ص: ۴۶۳، ط، مکتبہ سید احمد شہیدؒ اکوڑہ خٹک/ فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۵۴، تا، ۳۶۰، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

عورت کا زیادہ لمبے بال کاٹ کر کم کرنا

سوال: میری بارہ سالہ بچی کے بال بہت لمبے اور گھنے ہیں جو سرین تک پہنچے ہیں، بالوں کو دھونا اور صاف رکھنا اس کے لیے مشکل ہے، جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں بالوں کی لمبائی قدرے کم کردی جائے تو لڑکی بآسانی اپنے بالوں کو سنبھال سکے گی، تو قدرے بال کٹوا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: گھنے اور لمبے بال عورتوں اور بچیوں کے لئے باعث زینت ہیں آسمانوں پر فرشتوں کی تسبیح ہے "سبحان من زین الرجال باللحی وزین النساء بالذوائب". پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو لٹوں اور چوٹیوں سے [روح البیان ص ۲۲۲ ج ۱ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۹/ ۲۳۰ جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، داڑھی کا وجوب اور ملازمت کی وجہ سے اس کا منڈوانا، کے عنوان کے تحت ملاحظہ کیا جائے، ج ۱۰ ص ۱۰۵ مرتب]

لہذا بالوں کو چھوٹا نہ کیا جائے البتہ اتنے بڑے ہوں کہ سرین سے بھی نیچے ہو جائیں اور عیب دار معلوم ہونے لگیں تو سرین سے نیچے والے حصہ کے بالوں کو کاٹا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ، ج: ۱۰، ص: ۱۱۹، ۱۲۰، ط، دار الاشاعت کراچی)

علاج کی ضرورت سے عورت سر کے بال منڈالے

سوال: عورت کے سر پر بیماری ہے۔ ڈاکٹر اور طبیب کی رائے یہ ہے کہ بال منڈالے تب علاج مفید ہوگا۔ آیا ایسی صورت میں بال کے حلق کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب: جب بال منڈائے بغیر علاج معالجہ مفید نہیں ہے تو مجبوراً بال منڈانے کی اجازت ہے۔ خلاصۃ الفتاوی میں ہے۔

المرأة اذا حلقت راسها ان کان لوجع اصابها لاباس به وان کان لتشبه بالرجال یکره.

یعنی عورت بال منڈانے پر مجبور ہے تو اجازت ہے لیکن تشبہ بالرجال یا فیشن کے لئے ہو تو جائز نہیں حرام ہے۔ [ج ۴ ص ۳۷۷ کتاب الکراهیة الفصل التاسع فی المتفرقات]۔ (فتاوی رحیمیہ، ج: ۱۰، ص: ۱۰۳، ط، دار الاشاعت کراچی)

بال بڑھانے کے لئے عورت کا بالوں کے سروں کو کاٹنا

سوال: عورت اپنے بال بڑھانے کی نیت سے بالوں کے کنارے میں تھوڑے سے بال کاٹے تو کیسا ہے؟ بعض عورتوں نے بتایا کہ گاہے بال کے کناروں پر بال پھٹ کر اس میں سے دو بال ہو جاتے ہیں پھر بال کا بڑھنا بند ہو جاتا ہے اگر سرے سے کاٹ دیئے جائیں تو بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں کاٹنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر معتد بہ مقدار تک بال بڑھ چکے ہیں تو مزید بڑھانے کے لئے بال

کاٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ، ج: ۱۰، ص: ۱۴۰، ط، دارالاشاعت کراچی)

لڑکی کا سر منڈانا کس عمر تک جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کا سر منڈوانا کس عمر تک جائز ہے اور کتنی عمر تک اس کو بال رکھنا فرض ہے، ہمارے بعض لوگ دو سال اور بعض لوگ چار سال اور بعض لوگ پانچ سال تک کی لڑکی کا سر منڈواتے رہتے ہیں اور پھر اس کے بعد بال رکھوانا شروع کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟ اس میں عذر یا عدم عذر وغیرہ کا کچھ خیال نہیں ہوتا محض دستور کے مطابق یہ بات جاری ہے۔

الجواب: قال الطحطاوی فی حاشیة علی مراقی الفلاح قال فی السراج الصغیر جدا لاتکون له عورة ولاباس بالنظر الیها ومسها۔ [ص: ۱۳۹]

وفی الدر لاعورة للصغیر جداً ثم ما دام لم یشته فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اھ قال الشامی قوله الصغیر جداً قال: وفسره شیخنا بابن اربع فما دونها ولم ار لمن غیرا اھ وحد الاشتهاء یعتبر بحال کل صبی وصبیة فاذا بلغ حد الشهوة وقدرهٔ بعضهم بسبع وبعضهم بتسع وسیاتی فی باب الامامة تصحیح علم اعتباره بالسن بل المعتبر ان تصلح للجماع بان تکون عبلة ضخیمة فلهٔ حکم البالغین فیجب علی الولی أن یامرهٔ بستر العورة هذا ما علمتهٔ من کلام الشامی،

[ج: ۱/ ۴۲۳]

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکی کی ستر عورۃ کے بارہ میں نو/ دس سال میں اور جو اٹھان کی زیادہ ہو اور اس کی طرف خواہش ہونے لگی ہو تو اس سے پہلے ہی مثل بالغ کے شمار ہوتی ہے اور عورت بالغہ کو بلا عذر قوی کے سر منڈانا جائز نہیں تو جو لڑکی ہے اس کا بھی یہی حکم ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ لڑکی نو برس کی ہو جائے گو قابل شہوت نہ ہوئی ہو اس کا سر نہ مونڈا جائے کیونکہ یہ اس مدت اس کے بلوغ کی ہے، باقی عذر کی وجہ سے تو بالغ عورت کا سر مونڈنا بھی جائز ہے، نابالغ کا بدرجہ اولیٰ اور عذر کی مثال یہ ہے کہ سر میں ایسا درد ہو جو بدون سر مونڈے اچھا نہ ہو یا سرسام وغیرہ پڑ جائے وغیرہ وغیرہ۔

قال فی العالمگیریة: فلو حلقت المراة رأسها فان فعلت لوجع اصابها لاباس به وان فعلت ذالک تشبهاً بالرجال فهو مکروه اھ۔ [ج: ۶/ ۲۳۸] واللّٰه اعلم۔ (امداد الاحکام، ج: ۴، ص: ۳۴۱، ط، مکتبه دار العلوم کراچی)

چھوٹی بچیوں کے بال کٹوانا یا برابر کرانا اور اُن میں رنگ لگانا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نوجوان لڑکی یا چھوٹی بچی کے سر کے بالوں کو کٹوانا اونچ نیچ تو برابر کروانا، یا بالوں میں لال پیلے رنگ لگوانا کیسا ہے؟ اسی طرح عورت کے بال سفید ہو جائیں تو خوبصورتی کی خاطر شوہر کے حکم سے یا بغیر اس کے حکم سے بالوں میں رنگ لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: چھوٹی بچیوں کے بال برابری کی غرض سے کاٹنا

درست ہے، البتہ بالغ عورتوں کے لئے بلا عذر بال کاٹنا جائز نہیں ہے، نیز عورتوں کے لئے خوب صورتی کی غرض سے مختلف قسم کے رنگ وخضاب لگانے کی گنجائش ہے۔ [فتاوی محمودیہ ۳۸۵/۱۵،امداد الفتاوی ۲۲۷/۴]

ولو حلقت المرأة رأسها، فان فعلت لوجع أصابها لابأس به، وان فعلت ذلک تشبهاً بالرجل، فهو مکروه. [الفتاوی الهندیة/ کتاب الکراهية ۳۵۸/۵] ... الخ۔ (کتاب النوازل، ج: ۱۵، ص: ۵۲۸)

بچے کے سر پر جو بال ماں کے پیٹ سے آتے ہیں ان کو کیا کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور جو بال ماں کے پیٹ سے آتے ہیں، ان بالوں کو کیا کرنا چاہئے؟ منڈوانے کے بعد دفن کرنا چاہئے یا دریا میں بہانا چاہئے۔ بعض کہتے ہیں کہ دریا میں بہانا چاہئے، اس کی اصلیت کیا ہے؟ دفن کرنا بہتر ہے یا دریا میں بہانا بہتر ہے؟ خلاصہ جواب تحریر فرمادیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب وباللہ التوفیق: سر منڈ جانے کے بعد بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا اور بالوں کو کہیں دفن کردینا مستحب ہے، دریا میں بہادینا احقر کی نظر سے کہیں نہیں گذرا۔ [مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۹۲/۲، جدید زکریا ۶۰/۱۰، فتاوی محمودیہ قدیم ۲۳۱/۵، جدید ڈابھیل ۳۵۲/۱۹]

ینبغی أن یدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره، وان رماه فلابأس به. [حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دار الکتاب دیوبند ۵۲۷/۱، ھندیه،

زکریا قدیم ۳۵۸/۵، جدید ۴۱۳/۵] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاوی قاسمیه، ج: ۲۳، ص: ۶۱۹، ۶۲۰، ط، مکتبه اشرفیه دیوبند)

عورتوں کا جوڑا باندھنا

سوال: آج کل عورتیں مختلف طریقوں سے بال رکھتی ہیں، بعض سارے بالوں کو جمع کرکے پیچھے کی طرف گوندھ لیتی ہیں، بعض کنگھی مار کر پھیلا دیتی ہیں، بعض رخساروں پر پھیلا دیتی ہیں، کون سی صورت جائز اور کون سی ناجائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب: عورتوں کا بالوں کو جمع کرکے اوپر جوڑا باندھنا ناجائز ہے، حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے کہ ایسی عورتوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی، اس کے سوا دوسرے طریقے جائز ہیں، بشرطیکہ کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے اور کفار کے ساتھ مشابہت نہ ہو، بالوں کا سخت پردہ ہے حتی کہ بوڑھی عورت کے بال دیکھنے بھی حرام ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ: صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سیاط کاذناب البقر یضربون بها الناس ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤوسهن کاسنمة البخت المائلة لایدخلن الجنة ولایجدن ریحها وان ریحها لتوجد مسیرة کذا وکذا رواه مسلم.

گدی پر جوڑا باندھنا جائز ہے بلکہ حالت نماز میں افضل ہے، اس لئے کہ اس سے بالوں کے پردے میں سہولت ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ج: ۸، ص: ۷۴، ۷۵، ط، سعید)

عورتوں کا دو چوٹیاں باندھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عورتیں دو چوٹیاں باندھ سکتی ہیں، جیسے ہندو لڑکیاں دو چوٹیاں باندھتی ہیں؟ اگر نہیں تو عورت کے مرنے کے بعد اس کے سر کے بالوں کے دو حصے کرنے کے بعد دائیں بائیں سینہ پر اس کے بال کیوں ڈال دیے جاتے ہیں، مثبت یا منفی جواب تحریر فرماتے وقت دلیل ضرور تحریر فرمائیں۔

الجواب وباللہ التوفیق: دو یا زائد چوٹیاں باندھنے کا جواز حدیث سے ثابت ہے، اور صحابیہ عورتوں کا کئی چوٹیاں باندھنا اور حضور ﷺ کا نکیر نہ فرمانا ثابت ہے، ہندو عورتیں دو چوٹیاں باندھتی ہیں، تو اس سے مسلم عورتوں کا ہندو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا لازم نہیں آتا، کیوں یہ مسلم عورتوں کا پرانا طریقہ زینت ہے، جیسا کہ اگر یہودی اور سکھ داڑھی رکھتے ہیں، تو مسلمانوں پر داڑھی کی ممانعت نہیں ہے، اس لئے کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

عن أم سلمةؓ أن امرأة جاءت الى أم سلمةؓ بهذا الحديث قالت: فسألت لها النبي ﷺ بمعناه، قال فيه: واغمزي قرونک عند كل حفنة.

[سنن أبي داؤد، باب في المرأة هل تنقض شعرها عند الغسل، النسخة الهندية ۱/ ۳۳، دار السلام رقم: ۲۵۲]

سبحان من زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب. [كشف الخفاء، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۳۹۳، رقم: ۱۴۴۵] فقط واللہ سبحانہ

وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی قاسمیہ، ج: ۲۳، ص: ۵۹۱، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: مسلمان عورت کے لئے چوٹی یا جوڑا باندھنا جائز ہے نہیں؟ اور چوٹی کس طرح باندھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... دو چوٹی یا جوڑا باندھنا ممنوع نہیں ہے لیکن جس جگہ یہ غیر قوموں کا رواج وطریقہ ہو اس جگہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دینیہ، ج: ۵، ص: ۹۵)

حضرت مولانا مفتی سید سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"شرعاً دو چوٹیوں کی ممانعت نہیں ہے، اگر یہ کفار وفساق کا خاص شعار بن جائے تو احتراز اولیٰ ہے، اور بہر حال عورت کو اجانب کے سامنے سر کھولنا منع ہے۔

لابأس للمرأة أن تجعل في قرونها وذوائبها شيئاً من الوبر.

[الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية/ الباب العشرون في الزينة ۵/ ۳۵۸]

اتفق جمهور الفقهاء على استحباب ضفر المرأة ثلاث ضفائر.

[الموسوعة الفقهية ۲۶/ ۱۰۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (كتاب النوازل، ج: ۵۱۹، ۵۲۰)

عورتوں کا اپنے بالوں میں گرہ لگانے کا حکم

سوال: عورتوں کا نماز میں یا خارج نماز میں اپنے سر کے بالوں کا پیچھے کی جانب گچھا بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: بصورتِ مسئولہ بوقتِ ضرورت جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔ اور ضرورت میں سے ایک یہ بھی ہے عورتیں اکثر غسل کے وقت بالوں کو دھونے کے بعد اوپر کی جانب گچھا بنا لیتی ہیں تاکہ بدن اور کپڑے پانی کے قطروں سے محفوظ رہیں تو یہ درست ہے، جیسا ازواج مطہرات کے بارے میں حدیث میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف کی روایت میں ہے:

عن أبي سلمة بن عبدالرحمن قال: دخلت عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنا وأخوها من الرضاعة فسألها عن غسل النبي ﷺ من الجنابة فدعت بإناء قدر الصاع فاغتسلت وبيننا وبينها ستر وأفرغت على رأسها ثلاثاً قال: وكان أزواج النبي ﷺ يأخذن من رؤوسهن حتى تكون كالوفرة. [رواه مسلم: ١/١٤٨، ديوبند]

شراح نے حدیثِ بالا کے بہت سارے مطالب بیان کیے ہیں لیکن آسان اور بے غبار مطلب وہ ہے جس کو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں بیان فرمایا ہے:

قلت: وعندي المراد بالحديث أن نساء النبي ﷺ كن يقصص شعورهن المسترسلة، يعقدنها على القفا، أو على الرأس من غير أن يتخذنها قروناً وضفائر، حتى تكون كالوفرة في عدم مجاورتها من

الأذنين، كما يفعله كثير من العجائز والأيامى في عصرنا، بل عامة النساء في حالة الاغتسال بعد غسل الرأس، فان الشعور الطويلة لو استرسلت على حالها فايصال الماء الى البدن المستور تحت الشعور المسترسلة لايخلو عن كلفة ومشقة. [فتح الملهم: ٣/ ١٥٦، باب قدر المستحب من الماء، مكتبه دار العلوم كراچی]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے بالوں کا گچھا بنا کر گدی پر رکھنا جائز ہے... الخ۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۳۳،۳۳۲، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

عورت اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کر کے اپنی چوٹی میں ملا سکتی ہے یا نہیں

سوال: عورت اگر اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کر کے اپنی چوٹی میں ملائے تو کیا حکم ہے؟ اگر کالے تاگے کی رسی جو بالوں کے مشابہ ہوتی ہے، ملائے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عورت اپنے گرے ہوئے بال بالوں میں نہ ملائے، ممنوع ہے تاگا ملا سکتی ہے۔ وفي الاختيار ووصل الشعر بشعر الادمي حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها الخ (درمختار) (قوله سواء كان شعرها او شعر غيرها) لما فيه من التزوير يظهر مما يأتي وفي شعر غيرها انتفاع بجزء الآدمي ايضاً لكن في التتارخانية واذا وصلت المرأة شعرها بشعرها فهو مكروه وانما الرخصة في غير شعر بني آدم تتخذ المرأة لتزيد في قرونها وهو مروى

عن ابی یوسفؒ وفی الخانیة ولاباس للمرأة ان تجعل فی قرونها وذوائبها شیئاً من الوبر۔ [شامی ج۵ ص ۳۲۸ کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ] فقط واللّٰہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ، ج: ۱۰، ص: ۱۱۶، ط، دار الاشاعت کراچی)

عورتوں کے بال خرید کر چوٹی بنا کر بیچنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں جب کنگھی کرتی ہے، تو ان کے بال جھڑ جاتے ہیں، ایک شخص ان بالوں کو جمع کرلیتا ہے یا خرید لیتا ہے، اور پھر ان بالوں سے چوٹی بنا کر بیچتا ہے، جن عورتوں کے بال چھوٹے ہوتے ہیں، وہ اس چوٹی کو خرید کر اپنے بالوں میں لگاتی ہیں، تو کیا اس شخص کا بال خرید کر اور پھر چوٹی بنا کر بیچنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرماویں۔

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بال انسان کے بدن کا ایک جزء ہوتا ہے، اور انسانی اجزاء کا بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ نیز ایک انسان کے بدن کا جزء دوسرے انسان کے لئے زینت کے طور پر استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے انسانی بالوں کی چوٹی بنا کر بیچنا، پھر اس کا خریدنا پھر اس کا استعمال کرنا سب ناجائز ہے اور اس کاروبار سے جو آمدنی ہوگی وہ بھی حلال نہیں ہے۔

عن جابر بن عبداللّٰہ انہ سمع رسول اللّٰہ ﷺ یقول: عام الفتح، وھو بمکة أن اللّٰہ ورسولہ حرم بیع الخمر، والمیتة، والخنزیر واستدل بھذا الحدیث أیضاً علی أنہ لایجوز بیع میتة الآدمی مطلقاً سواء فیہ

المسلم، والکافر، وأما المسلم فلشرفہ وفضلہ حتی أنہ لایجوز الانتفاع بشیء من شعرہ، وجلدہ، وجمیع أجزاءہ، وأما الکافر فلأن نوفل بن عبد اللّٰہ بن المغیرة، لما اقتحم الخندق، وقتل غلب المسلمون علی جسدہ، فاذا المشرکون أن یشتروہ منھم، فقال ﷺ: لاحاجة لنا بجسدہ، ولابثمنہ، فخلی بینھم وبینہ. [تکملة فتح الملھم، باب تحریم بیع الخمر، حکم أعضاء المیتة والخنزیر، اشرفیہ دیوبند ۱/ ۵۸] فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی قاسمیہ، ج: ۲۳، ص: ۶۲۰، ۶۲۱، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند/ کتاب النوازل، ج: ۱۵، ص: ۵۲۰)

عورت کا اپنے بالوں میں چٹی لگانے کا حکم

سوال: فی زماننا بعض عورتیں اپنے بالوں کو بڑا دکھانے کے لیے بالوں میں بڑا کلپ (clip) لگاتی ہیں، نیز یہ ایک قسم کا فیشن بھی ہے جو عرب علاقوں میں کثرت سے چل رہا ہے، پھر اس کے اوپر دوپٹہ بھی نہیں پہنتیں، کیا یہ حدیث شریف "کأسنمة البخت" کے تحت شامل ہو کر ممنوع اور ناجائز ہوگا یا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب: بصورت مسئول اگر کلپ بڑا ہوا اور سر کے اوپر کی جانب میں ہو اور اونٹ کے کوہان کی طرح معلوم ہوتا ہو تو یہ حدیث کی ممانعت میں داخل ہو کر ممنوع ہوگا، لیکن اگر کلپ چھوٹا سا ہو اور گدی پر بالوں کا گچھا بنا کر لگادے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم ارادی طور پر فاسقات، کافرات کی مشابہت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ملاحظہ ہو علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

ومعنی رؤوسهن كأسنمة البخت أن يكبرنها ويعظمنها بلف عمامة أو عصابة أو نحوها. [شرح صحيح مسلم: ۱۴/ ۱۱۰، دار احياء التراث العربی]

وفيه: قال وهي ضفر غدائر وشدها الى فوق و جمعها فی وسط الرأس فتصير كأسنمة البخت قال: وهذا على أن المراد بالتشبيه بأسنمة البخت انما هو لارتفاع الغدائر فوق رؤوسهن وجمع عقائصها هناک.... الخ. [شرح مسلم: ۱۷/ ۱۹۱، ط، بیروت]

تکملة فتح الملہم میں ہے:

قلت: قد ظهرت فی عصرنا نساء يعقلون شعورهن المسترسلة على أقفيتهن أو فی أوساط رؤوسهن بما يشابه سنام البعير سواء بسواء، كان النبی ﷺ شبه رؤوسهن بأسنمة البخت. (تكملة فتح الملهم: ۴/ ۲۰۱)

فتاوی محمودیہ میں ہے:

کلپ بالوں میں لگانا عورتوں کے لیے جائز ہے، بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہو اور کفار یا فساق کا شعار نہ ہو کہ اصل جواز ہے، ممانعت وجوہ مذکورہ پر ہے۔ [فتاوی محمودیہ: ۱۹/ ۴۳۱، جامعہ فاروقیہ]... الخ۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۶۲، ۳۶۳، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

عورتوں کے سر کے بالوں میں پھول لگانے کا حکم

سوال: آج کل عورتیں قسم قسم کی اشیاء پھول وغیرہ اپنے بالوں میں زینت اور

خوبصورتی کے لیے لگاتی ہیں، جب سر پر لگتا ہے تو نگاہوں کے کھینچنے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ روایت میں آتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کہ عورتوں کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے۔ کیا یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟ نیز ایسی زینت کی چیزیں لگانا اس میں داخل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: اسلام نے زیب وزینت کے بارے میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم وترغیب دی ہے، ایک طرف مغربی تہذیب کے دوش بدوش چلنے سے منع کیا ہے تو دوسری جانب حدود شریعت میں رہتے ہوئے زینت اور خوبصورتی کی اجازت دی ہے، چنانچہ بالوں میں خوبصورتی اور زینت کے لیے پھول تانبے، پیتل کے نگینے وغیرہ لگانے کی اجازت ہوگی جیسا کہ عام طور پر دیہاتی عورتیں لگاتی ہیں۔

ملاحظہ ہو فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولا بأس للنساء بتعليق الخرز فی شعورهن من صفر أو نحاس أو شبه أو حديد ونحوها للزينة.... الخ. [الفتاوى الهندية: ۵/ ۳۵۹، الباب العشرون في الزينة]

مولانا خالد سیف اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اسی طرح بالوں میں خوبصورتی کے لیے چاندی، سونے یا کسی دھات کے کانٹے، پھول وغیرہ بھی لگانے کی اجازت ہے۔ [جدید فقہی مسائل: ۱/ ۳۱۳]

البتہ سر کے اوپر کی جانب یا وسط راس میں لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے سر اونٹ کے کوہان کی طرح معلوم ہوتا ہے اور نبی پاک ﷺ نے ایسی

عورتوں کے لیے وعید بیان فرمائی ہے۔

ملاحظہ ہو حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ صنفان من أهل النار لم أرهما قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسمنة البخت المائلة لايدخلن الجنة ولايجدن ريحها وان ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا. [رواه مسلم، رقم: ٢١٢٨، باب النساء الكاسيات عاريات]

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال وهي ضفر غدائر وشدها الى فوق وجمعها في وسط الرأس فتصير كأسمنة البخت قال: وهذا على أن المراد بالتشبيه بأسمنة البخت انما هو لارتفاع الغدائر فوق رؤوسهن وجمع عقائصها هناك.... الخ.

[شرح مسلم: ١٩١/١٧، ط، بيروت]

تكملة فتح الملهم میں ہے:

قلت: قد ظهرت في عصرنا نساء يعقدون شعورهن المسترسلة على أقفيتهن أو في أوساط رؤوسهن بما يشابه سنام البعير سواء بسواء، كان النبيﷺ شبه رؤوسهن بأسمنة البخت. (تكملة فتح الملهم: ٤/ ٢٠١)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ٧، ص: ٣٦٣، ٣٦٤، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

مصنوعی بال لگانا

سوال: بعض عورتیں بازار سے مصنوعی بال خرید کر اپنے بالوں میں لگا لیتی ہیں تاکہ بال بڑے معلوم ہوں، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب: اگر یہ بال انسان کے ہوں تو ان کا لگانا گناہ کبیرہ ہے اور اس پر حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے، اگر کسی دوسرے جانور کے ہوں تو جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: تحت (قوله وشعر الانسان) ولايجوز الانتفاع به لحديث لعن الله الواصلة والمستوصلة وانما يرخص فيما يتخذ من الوبر فيزيد في قرون النساء وذوائبهن هداية.

(ردالمحتار، ج: ٤، ص: ١٠٥)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ج: ٨، ص: ٧٥، ط، سعید/ فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ٧، ص: ٣٤٦، ط، زمزم پبلشرز کراچی/ کتاب الفتاوی، ج: ٦، ص: ١٤٩، ١٥٠، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

گنجے کے سر پر بال لگانے کا حکم

سوال: ایک آدمی کے سر سے بال نکل چکے ہیں کسی بیماری کی وجہ سے، اور گنجا ہو چکا ہے تو اس کے سر پر مصنوعی بال لگانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بصورتِ مسئول گنجے کو ازالہ عیب کی خاطر اس کے اپنے بال لگانا یا پلاسٹک کے بال لگانا جائز اور درست ہے البتہ کسی دوسرے انسان کے بال لگانا ناجائز ہے

پھر وضو اور غسل میں اگر ان کی جڑوں میں پانی پہنچ جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اگر نکالنا ممکن ہو تو نکال کر پانی پہنچانا ضروری ہوگا اور اگر نکالنا مشکل ہو تو اس پر سے پانی بہا دینا یا اس پر مسح کر لینا کافی ہو جائے گا۔

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم۔بی۔بی۔ایس) لکھتے ہیں:

بالوں کی پیوندکاری (Hair Transplantation) اس کے عقلا دو طریقے ممکن ہیں:

(۱) کسی دوسری جگہ سے بال کو جڑ سمیت نکال کر سر کی کھال میں گاڑ دیا جائے یعنی (Lmplant) کر دیا جائے اگر اپنے ہی جسم کے بال ہوں تو یہ جائز ہے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص سے بال حاصل کیے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ایک شخص کے بال دوسرے شخص کو لگانا جائز نہیں ہے، اور اگر دوسرے سے بال عوض میں خریدے ہوں تو یہ دوسری خرابی ہوئی۔

(۲) کسی دوسری جگہ سے بال سمیت کھال اتار کر سر کی کھال کو کھرچ کر اس کے ساتھ لگا دی جائے، اگر اپنے ہی جسم کی کھال ہو تو جائز ہے اور اگر دوسرے کے جسم کی کھال ہو تو جائز نہیں ہے۔

☆ Hair by Hair proocess

اس طریقہ میں ایک مصنوعی جھلی یا جلد میں انسانی بال قدرتی انداز سے پیوست کر دیے جاتے ہیں، اس وجہ سے بالوں کا کوئی بھی اسٹائل بنایا جا سکتا ہے، اس مصنوعی جھلی یا جلد میں مسام (pores) بھی ہوتے ہیں جن کے راستے سے پسینہ اور پانی کا اخراج ہوتا ہے، سر پر اگر کچھ قدرتی اصلی بال لگے ہوں تو ان کو ایک خاص مطلوبہ حد تک کتر دیا جاتا ہے

پھر اس جھلی کو ایک خاص محلول (liquid) کے ذریعہ سر کے اصل بالوں کے ساتھ ان کی جڑوں تک جوڑ دیا جاتا ہے، یہ (liquid) واٹر پروف ہوتا ہے یعنی یہ پانی کو جذب نہیں کرتا اور اصل بالوں تک پانی کو پہنچنے سے روکتا ہے، جھلی لگانے کے بعد دو مہینے آسانی سے نکل جاتے ہیں جب تک کہ نیچے قدرتی بال بڑھ نہ جائیں، جب بال نیچے سے بڑھ جاتے ہیں تو جھلی اتار کر سر پر موجود اصل بالوں کو مطلوبہ حد تک کتر کر جھلی کو دوبارہ چپکا دیتے ہیں۔ [مریض اور معالج کے اسلامی احکام، ص:۳۸۶]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج:۷، ص:۳۳۳،۳۳۲، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

حالت جنابت میں حجامت وغیرہ کا حکم

سوال: حالت جنابت میں تیل لگانا اور بال کتروانا یا مونڈھنا اور ناخن کتروانا کیسا ہے؟

الجواب: جنبی اگر سر اور بدن کو تیل لگاوے کچھ حرج نہیں ہے۔ بال کترنے اور مونڈ ھنے اور ناخن کترنے کو بحالت جنابت بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ بظاہر مراد مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے جس کا مآل خلاف اولیٰ ہے۔ عالمگیری جلد خامس میں ہے۔ حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذا قص الاظافير كذا فى الغرائب عالمگیریه وفى المرقاة شرح المشكوة واتفقوا على طهارة عرق الجنب والحائض وفيه دليل على جواز تاخير الاغتسال الجنب وان يسعى فى حوائجه مرقاة. واللّٰه تعالىٰ اعلم. (عزیز الفتاوی، ص:۱۰۷، ط، دار الاشاعت کراچی)

مانگ نکالنا

سوال: سر کی ایک جانب مانگ نکالنا شرعاً جائز ہے نہیں؟ اس لئے کہ بہت سی عورتوں کا اعتقاد ہے کہ سر کی ایک جانب سے مانگ نکالنے کی وجہ سے مرنے کے بعد قبر ٹیڑھی ہو جاتی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: سر کے درمیان میں مانگ نکالنا سنت ہے (۲۳) جس کی وجہ سے بال دونوں جانب برابر سرابر رہیں، ایک طرف سے مانگ نکالنا سنت کے خلاف اور غیر قوم کی مشابہت ہے اس سے خوب پرہیز کرنا چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص غیروں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا حشر قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا (۲۴)، مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی طریقہ اختیار کریں، اسی میں اسلام کی شان ہے اور اس سے ثواب بھی حاصل ہوتا ہے، قبر ٹیڑھی ہو جانے کا عقیدہ غلط اور بے

---

(۲۳) عن عائشةؓ قالت: كنت اذا اردت أن افرق رأس رسول اللهﷺ صدعت الفرق من يافوخه، وأرسل ناصيته بين عينيه. وفي البذل تحت هذا الحديث: "من يافوخه" أي: وسط رأسه. (بذل المجهود في حل سنن ابي داؤد، كتاب الترجل، باب ماجاء في الفرق، ج: ١٢، ص: ٢١٥، رقم: ٤١٨٩، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۲۴) عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ٥٦٩، رقم: ٤٠٣١، ط، دار السلام، رياض)

اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ دینیہ، ج: ۵، ص: ۹۶/ فتاویٰ قاسمیہ، ج: ۲۳، ص: ۵۸۱، ۵۸۲، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

عورت مانگ کس طرح نکالے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردوں کے لئے سر کے بیچ میں مانگ نکالنا سنت ہے، عورتوں کے لئے مانگ نکالنے کا کونسا طریقہ ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: جس طرح مردوں کے لئے بیچ میں مانگ نکالنا مسنون ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بیچ میں مانگ نکالنا مسنون ہے، کیونکہ حدیث میں مطلق رأس کا حکم ہے، جس میں مردوں اور عورتوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

والفرق سنة، لانه الذى رجع اليهﷺ والظاهر انه انما رجع اليه بوحي. لقوله انه كان يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه - الى - والحاصل أن الصحيح المختار جواز السدل. [مرقات، باب الترجل، امداديه ملتان ٨/ ٢٩٣] ... الخ۔ (فتاوى قاسميه، ج: ٢٣، ص: ٥٨٤، ٥٨٥، ط، مكتبه اشرفيه ديوبند)

ٹیڑھی مانگ نکالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرد اور عورت دونوں کے لئے ٹیڑھی مانگ نکالنا کیسا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: سنت یہ ہے کہ سر کی مانگ سیدھی نکالی جائے، آنحضرت ﷺ کا معمول یہی تھا، لہٰذا ٹیڑھی مانگ نکالنا خلاف سنت ہے، نیز یہ مغربی تہذیب کی علامت ہونے کی وجہ سے بھی قابل ترک اور مکروہ ہے۔ [احیاء العلوم ٣٠٥] الخ۔ (کتاب النوازل، ج:١٥، ص:٥١٥)

بالوں میں کتنے دن میں کنگھی کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ اس حدیث کے بارے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے مگر تیسرے روز کی اجازت دی، اس حدیث کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کہ روزانہ کرنا حرام ہے یا مکروہ؟ یہ حدیث تقویۃ الایمان میں ٣٢٣ پر ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: حضور ﷺ کی حدیث روزانہ کنگھی کرنے سے نہی کے متعلق کا مطلب یہ ہے کہ بلاضرورت کنگھی نہ کرے اور اہتمام نہ کرے، کیوں کہ یہ تزئین میں غلو ہے، روزانہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی، تاہم اگر ضرورت ہو تو روزانہ کنگھی کرنے میں حرج نہیں۔

عن عبداللّٰہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نہی رسول اللہ ﷺ عن الترجل الا غباً. [سنن الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فی النہی الترجل ١/٣٠٥، رقم: ١٧٥٦]

(الا غباً) الغب أن یفعل یوما ویترک یوما، والمراد بالنہی ترک المواظبۃ علیہ والاہتمام بہ، لأنہ مبالغۃ في التزیین وھذا عند عدم

الضرورۃ، وان دعا الضرورۃ الی الترجیل کل یوم لابأس بہ. [بذل المجہود ١٧/ ٤٣]

ھو نہی تنزیہ لا تحریم ولافرق في ذلک بین اللحیۃ والرأس.

[حسن المساعی بین السطور ٢/ ٢٧٥] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ (کتاب النوازل، ج:١٥، ص:٥١١، ٥١٢)

گردن کے بال مونڈنا جائز ہے

سوال: گردن کے بال مونڈنا جائز ہے یا نہیں؟ امداد الفتاوی ص ٢١٣ ج ٣ میں ہے: "گردن کے بال مونڈنا فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مکروہ سمجھا ہے" بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب: عالمگیریہ میں قفا کے بال مونڈنے کی کراہت منقول ہیں۔

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ یکرہ ان یحلق قفاہ الا عند الحجامۃ کذا فی الینابیع. [عالمگیریہ، ج:٥، ص:٣٥٧]

امداد الفتاوی میں غالباً اسی عبارت میں قفا بمعنی گردن لے کر حکم لکھا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ قفا بمعنی مؤخر الرأس (گدی) ومؤخر العنق (گردن کی پشت) دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے، گدی سر کا حصہ ہے اور گردن مستقل عضو ہے، خود امداد الفتاوی جلد اول ص ١٣ میں مسح گردن کے بیان میں تحریر ہے کہ قفا راس کا جزء ہے اور رقبہ اس سے خارج ہے اھ

لہٰذا گدی کا حلق قزع میں داخل ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، مگر گردن کا حلق

مکروہ ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''گردن جدا عضو ہے اور سر جدا، لہٰذا گردن کے بال منڈانا درست ہے، سر کا جوڑ علیحدہ کان کی لو کے پیچھے معلوم ہوتا ہے، اس سے نیچے گردن ہے [فتاوی رشیدیہ، ص: ۴۶۷] اس سے معلوم ہوا کہ عالمگیریہ میں قفا بمعنی گدی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

(احسن الفتاوی، ج: ۸، ص: ۷۷، ط، سعید/ فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۲۳، ۳۲۵، ط، زمزم پبلشرز کراچی/ امداد المفتیین، ص: ۸۱۸، ط، دار الاشاعت کراچی/ فتاوی قاسمیہ، ج: ۲۳، ص: ۵۹۳، ۵۹۴، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

حاجبین کے بال ٹھیک کرنے کا حکم

سوال: اگر حاجبین کے بال لمبے ہوں تو ان کا کاٹنا اور ٹھیک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز حدیث شریف میں "لعن اللّٰہ المتنمصات" آیا ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: بصورت مسئولہ حاجبین کے بال اگر حد سے زیادہ لمبے ہوں اور گھنے ہو جائیں کہ قابل نفرت معلوم ہوں تو ان کا کاٹنا ٹھیک کرنا جائز اور درست ہے، یہ ازالۂ عیب کے قبیل سے ہے، ہاں بلا ضرورت کاٹنا اور باریک کرنا جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر بازاری عورتوں کا طریقہ ہے یہ جائز اور درست نہیں حدیث شریف میں اسی کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

ملاحظہ ہو فتاوی الشامی میں ہے:

وفی التارخانیة عن المضمرات: ولا بأس بأخذ الحاجبین وشعر

وجهه مالم يشبه المخنث، ومثله في المجتبى. [فتاوى الشامي: ٦/ ٣٧٣، ط، سعيد، ٢/ ٤١٨، سعيد]

[وكذا في الفتاوى الهندية: ٥/ ٣٥٨، والموسوعة الفقهية الكويتية: ١١/ ٢٧٣]

آپ کے مسائل میں ہے:

بھنوؤں کے بال بڑھ جائیں تو ان کو کٹوانا جائز ہے مگر نوچنے سے اکھیڑنا درست نہیں ہے۔ [آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۸/ ۳۴۷، طبع جدید]

حدیث شریف کی توجیہ ملاحظہ کیجئے:

موجودہ دور کے فیشن کے اتباع میں بھنوؤں کو باریک کرنا یہ ناجائز ہے جیسا کہ اکثر عورتیں کرتی ہیں۔

قال الامام ابو داؤد: وتفسير الواصلة..... والنامصة: التي تنقش الحاجب حتى ترقه.

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ "نامصہ" اس عورت کو کہتے ہیں جو بھنوؤں کو باریک کرتی ہے۔ [سنن ابی داؤد: ۳/ ۲۱۸]

قال في البحر الرائق: والنامصة: هي التي تنقص الحاجب لتزينه، والمتنمصة: هي التي يفعل بها ذلك. [البحر الرائق: ٦/ ٨٨، باب البيع الفاسد، دار المعرفة، وكذا فتح القدير: ٦/ ٤٢٦، بيروت]

قال ابن عابدين الشاميؒ: قوله والنامصة: ذكره في الاختيار أيضاً وفي المغرب: النمص نتف الشعر ومنه المنماص المنقاش، ولعله محمول

على ما اذا فعلته لتتزين للأجانب والا فلو كان في وجهها شعر ينفر زوجها عن بسببه ففي تحريم ازالته بعد لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين الا أن يحمل على ما لا ضرورة اليه لما في نتفه بالمنماص من الايذاء. [فتاوی الشامي: ٦/ ٣٧٣، سعيد]

شیخ ربیع بن حبیب الازدی البصری فرماتے ہیں کہ نامصہ اس عورت کو کہتے ہیں جو حاجبین کے بال کاٹ لے تاکہ باریک سیدھی لکیر بن جائے۔ قال الربيع: النامصة التي تأخذ من شعر حاجبها ليكون رقيقاً معتدلاً. [مسند الربيع: ص: ٢٥٠، ط، بيروت]

فتاویٰ بینات میں ہے:

عورتوں کے لیے بھویں بنانا دھاگہ یا کسی اور چیز سے جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ایسی عورتوں پر لعنت آئی ہے اور ایسا کرنا تغییر لخلق اللہ کے زمرہ میں آتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: "لعن اللّٰه الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة". البتہ قینچی کی مدد سے کم کر سکتی ہے، جبکہ مخنث کی مشابہت نہ ہو۔ [فتاویٰ بینات: ۴/ ۳۰۶، مکتبہ بینات]۔ مزید ملاحظہ ہو: [جدید فقہی مسائل: ۱/ ۳۱۰، نعیمیہ]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۱۷، ۳۱۸، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

ابروؤں کے درمیان بالوں کا حکم

سوال: بالوں دونوں ابروؤں کے درمیان کے کٹانا یا منڈانا جائز ہے یا رکھنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً: دونوں ابروؤں کے درمیان بال منڈانا، یا کتروانا بغرض حصول زینت جائز نہیں، كذا نقل في نور الضحى، ص: ٤٤، عن غاية التوضيح۔ فقط۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج: ۱۹، ص: ۴۴۱، ۴۴۲)

مصنوعی پلکیں لگوانے کا حکم

سوال: ایک عورت کی آنکھوں کی پلکیں کسی وجہ سے گر گئی ہیں، تو اب اس کے لیے اپنی آنکھوں پر مصنوعی پلکیں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: شریعت مطہرہ نے جسمانی وضع قطع اور زینت کرنے میں اعتدال کو محبوب اور پسند کیا ہے اور مبالغہ فی الزینت اور ہر قسم کے فیشن کے پیچھے بھاگنے کو ناپسند نگاہ سے دیکھا ہے، بایں وجہ جسمانی اعتبار سے کوئی عیب ونقص کے ازالہ کی تو اجازت دی ہے، لیکن حد اعتدال سے تجاوز کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، چنانچہ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے صورت مسئولہ میں ازالہ عیب کی وجہ سے پلکیں بنوانا تو جائز اور درست ہے جبکہ انسانی بالوں سے نہ بنائی جائیں، البتہ محض بطور فیشن پلکوں کو لمبی ظاہر کرنے کے لیے بنوانا جائز اور درست نہیں ہے۔

عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنه قالت: لعن النبي ﷺ الواصلة والمستوصلة. [رواه البخاري، رقم: ٥٩٣٦]

آپ کے مسائل میں ہے:

پلکیں بنانے کا فعل جائز نہیں، آنحضرت ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے، بنانے والی پر بھی اور بنوانے والی پر بھی۔ [آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۸/ ۳۲۳، طبع جدید]

مزید ملاحظہ ہو: [قاموس الفقہ: ۳/ ۱۹۷]

ہاں بوقت ضرورت ازالہ عیب کی خاطر انسانی بال کے علاوہ سے بنانے کی اجازت ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو سونے کی ناک بنانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف میں ہے:

عن عبدالرحمن بن طرفة بن عرفجة بن أسعد رضی اللّٰه عنه قال: أصيب أنفی يوم الكلاب فی الجاهلية فاتخذت أنفاً من ورق فأنتن علی فأمرنی رسول اللّٰه ﷺ أن اتخذ أنفاً من ذهب. [رواه الترمذی: ۲/ ۳۳۶، باب ماجاء فی شد الاسنان بالذهب]... الخ. (فتاوی دار العلوم زکریا: ج: ۷، ص: ۳۲۰، ۳۲۱، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

سینہ اور پیٹ کے بال منڈوانا

سوال: سینہ اور پیٹ پر کے بال اور رخساروں کے بال منڈوانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: سینہ اور شکم کے بال منڈانا درست ہیں اور رخساروں کے بال دفع کرنا ترک اولی ہے (۳۵)۔ (فتاوی رشیدیہ ص: ۵۹۳، ط، دار الاشاعت کراچی)

---

(۳۵) فی الهندية: لابأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث كذا فی الينابيع...... وفی حلق الشعر الصدر والظهر ترک الادب كذا فی القنية. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء وقلم الاظفار الخ، ج: ۵، ص: ۳۵۸) =

ٹانگوں کے بال کاٹنا

سوال: کیا مرد اور عورتیں اپنی ٹانگوں کے بال ٹخنوں تک منڈوا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ایسا کرنا بہتر نہیں، مگر حرام نہیں (۳۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ ج: ۱۹، ص: ۴۴۳)

سینہ اور ساق کے بال منڈانا

سوال: حلق شعر سوائے راس وبطن وعانہ جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر فخذ یا ساق وغیرہ کے شعر کو حلق کرے یا قصر کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فخذ اور ساق وغیرہ کے بال کا حلق جائز ہے بعض کے متعلق فقہاء نے صراحۃً لکھا ہے مثلاً عالمگیری وشامی وغیرہ کے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔ لابأس بأخذ الحاجبين وشعر الوجه مالم يشبه بالمخنث كذا فی الينابيع وفی حلق شعر الصدر والظهر ترک الادب عالمگیری صفحہ ۲۳۹ ج ۴ اور

= (وكذا فی مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ج: ۸، ص: ۲۷۲، ط، رقم: ۴۴۲۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۶) عن ام سلمةؓ أن النبی ﷺ كان اذا اطلی بدأ بعورته فطلاها بالنورة وسائر جسده أهله. (سنن ابن ماجة، ص: ۲۶۶، أبواب الأدب، باب الاطلاء بالنورة، قديمی كتب خانه كراچی)

ساق کے بالوں کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کے فتاوی میں تصریح جواز بحوالہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام بدن پر سوائے چہرہ کے نورہ کرتے تھے۔ فتاوی رشیدیہ صفحہ ۶۲ جلد ۱۔ (امداد المفتین ص: ۸۱۷، ۸۱۸، ط، دارالاشاعت کراچی)

موئے گوش تراشنے کا حکم

سوال: کیا کانوں کے بال کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے کانوں پر بال ہوتے ہیں اور نظر آتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: بصورت مسئولہ کانوں کے بال کاٹنا جائز اور درست ہے، جیسا کہ سر کے بالوں کا منڈانا اور رکھنا دونوں جائز ہے۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ: الأذنان من الرأس. [رواہ الترمذی: ۱/ ۱۶]

یہ حدیث شریف مسح کے بارے میں ہے یعنی سر پر مسح کیا جاتا ہے تو کان سر کے حکم میں ہے تو کان پر بھی مسح کیا جائے گا، لہٰذا اس کی مناسبت سے یہ کہا جائے کہ سر کے بال کاٹنا جائز ہے تو کان کے بال کاٹنا بھی جائز ہے خلاف صواب نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہو [مردوں کے لباس اور بالوں کے شرعی احکام، ص: ۳۷]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۵۳، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

موئے بینی تراشنے کا حکم

سوال: ناک کے بالوں کو صاف کرنے میں اکھیڑنا بہتر ہے یا قینچی سے کاٹنا افضل ہے؟

الجواب: فقہاء کی عبارات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ناک کے اندرونی بال کو قینچی سے کاٹنا افضل ہے، اکھیڑنا مناسب نہیں ہے اس سے بیماری کا اندیشہ ہے، نیز جب بھی بال بڑھتے ہوئے نظر آئیں ان کی صفائی کرلی جائے تاکہ باہر نظر نہ آئیں۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ الشامی میں ہے: ولاینتف أنفه لأن ذلک یورث الأکلة. [فتاوی الشامی: ۶/ ۴۰۷، سعید/ وکذا فی الفتاوی الهندیة: ۵/ ۳۵۸]۔ واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۵۳، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

کٹے ہوئے موئے انسانی کی کھاد اور اس کی تجارت

سوال: موئے انسانی جو نائی کاٹ کر پھینک دیتا ہے، بطور کھاد کے کھیتوں میں استعمال کرنا اور تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ (فتاوی محمودیہ، ج: ۱۹، ص: ۴۵۱)

بال اور ناخن دفن کرنے اور جلانے کا حکم

سوال: بال اور ناخن کو دفن کرنا ضروری ہے یا جلانا بھی جائز ہے؟ کیا کسی حدیث میں صراحۃً اس کی ممانعت آئی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ بال اور ناخن کو دفن کرنا مستحب ہے، اور اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ساحرین ان کو کھلونا نہ بنائیں، نیز انسان جمیع اجزاء اکرم ومحترم ہے اس وجہ سے گندگی وغیرہ میں پھینکنا اور جلانا درست نہیں ہے۔

ذكر الحكيم الترمذي في "نوادر الأصول في أحاديث الرسول ﷺ" [١/ ١٨٥، الاصل التاسع والعشرون في النظافة، ط: دار الجيل]

عن عبدالله بن بشر المازني رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: قصوا أظافيركم وادفنوا قلاماتكم ونقوا براجمكم ونظفوا لثاتكم من الطعام وتسننوا ولاتدخلوا على قخراً بخراً.

وأما قص الأظفار فلأنها تخدش وتضر وهو مجمع الوسخ....

وأما دفن القلامة فان جسد المؤمن ذو حرمة فما سقط منه فحظه من الحرمة قائم وقد أمر رسول الله ﷺ بدفن دمه حيث احتجم كيلا يبحث عنه الكلاب.

وأورده الامام السيوطي في الجامع الصغير [٦١٢٩] ورمز له بالضعف.

قال العلامة الملا علي القاري: اذا قلم أظافيره أوجز شعره ينبغي أن يدفن قلامته فان رمى به فلابأس وان ألقاه في الكنيف أو المغتسل يكره. [مرقاة المفاتيح: ٨/ ٢٦٠، باب الترجل] ....الخ۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

جلانا جائز نہیں، عورتیں کسی کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کر کہیں ڈالدیں۔ وفی الخانية: ينبغي أن يدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره.... الخ. [فتاوی محمودیہ: ١٩/ ٤٥٢، جامعہ فاروقیہ] واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ٧، ص: ٣٦٤ تا ٣٦٧، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: بالوں کو دفن کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: ضروری نہیں بہتر ہے۔ پاک جگہ میں ڈال دینا بھی درست ہے۔

"واذا قص اظفاره او حلق شعره ينبغي ان يدفنه وان القاه فلا بأس به. [الاختيار شرح المختار، ص ١٦٧ ج ٤ كتاب الكراهية] فقط واللّٰه اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ: ج: ١٠، ١٠٥، ط: دار الاشاعت کراچی)

عورت کا بیوٹی پارلر میں بال نکلوانے کا حکم

سوال: کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ بیوٹی پارلر میں جا کر دوسری عورت سے اپنے بدن کے بال نکلوائے؟ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بیوٹی پارلر میں عورت کو برہنہ ہونا پڑتا ہے بے صرف ستر غلیظ پر کپڑا ڈالتی ہے، اور ایک خاص آلہ کے ذریعہ بال نکلواتی ہے جس کو وہ خود استعمال نہیں کر سکتی اور یہ شوہر کے سامنے خوبصورتی میں اضافہ کے لیے کرتی ہے۔ آیا یہ طریقہ بنگاہِ شریعت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: بصورتِ مسئولہ ایک عورت کے لیے دوسری عورت کے سامنے ناف سے لیکر گھٹنوں تک ستر ہے بلا ضرورتِ شدیدہ اس کا دکھانا ناجائز ہے، بنابریں اس طرح برہنہ ہو کر جسم کے بال کی صفائی کروانا شریعت کی نگاہ میں جائز اور درست نہیں۔ ملاحظہ ہو بدائع الصنائع میں مذکورہ ہے:

وما يحرم للمرأة من المرأة فكل ما يحل للرجل أن ينظر اليه من

الرجل يحل للمرأة أن تنظر اليه من المرأة وكل ما لايحل له لايحل لها.... ولايجوز لها أن تنظر ما بين سرتها الى الركبة الا عند الضرورة بأن كانت قابلة فلاباس لها أن تنظر الى الفرج عند الولادة. [بدائع الصنائع: ٥/ ١٢٤، كتاب الاستحسان، سعيد]

وللاستزادة فراجع: [البحر الرائق: ٨/ ١٩٣، ط: كوئٹه و تكملة فتح القدير: ١٠/ ٣٠، دار الفكر]

حتی کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ نیک صالحہ عورت فاسقات کے سامنے اپنے سر کے بال بھی نہ کھولے۔

چنانچہ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ليس للمؤمنة أن تتجرد بين يدي مشركة أو كتابية، ونقله في العناية وغيرها عن ابن عباس رضي الله عنه، فهو تفسير مأثور وفي شرح الأستاذ عبدالغني النابلسي على هداية ابن العماد عن شرح والده الشيخ اسماعيل على الدرر والغرر: لايحل للمسلمة أن تتكشف بين يدي يهودية أو نصرانية أو مشركة الا أن تكون أمة لها كما في السراج، ونصاب الاحتساب ولا تبغي للمرأة الصالحة أن تنظر اليها المرأة الفاجرة لأنها تصفها عند الرجال، فلايضع جلبابها ولاخمارها كما في السراج. [فتاوى الشامي: ٦/ ٣٧١، سعيد، وكذا في الموسوعة الفقهية: ١٨/ ١٥٨]

خلاصہ یہ ہے کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے زیب وزینت کی گنجائش ہے لیکن

حدودِ شریعت کو پھلانگ کر فاسقات اور فاجرات کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہوئے زیب وزینت کرنا جائز اور درست نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۶۷، ۳۶۸، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

زیرِ ناف بالوں اور ایامِ صفائی کی حدود کا تعین

بغل کے بالوں کی صفائی کا حکم

سوال: حدیث میں زیر ناف بال صاف کرنے کا حکم ہے تو اس کی حد کیا ہے؟ کیا ناف ہی سے شروع کرلیں یا نیچے کہیں سے؟ اور کتنے دن بعد؟ اسی طرح بغلوں کے بالوں کا بھی مسئلہ بتادیں۔

جواب: یہ بات تو کتبِ فقہ میں ہے کہ زیر ناف کے بالوں کو کاٹنے کی ابتدائی حد ناف کے متصل نیچے ہے:

قال في الهندية: ويبتدئ من تحت السرة. [شامي ج: ٥، ص: ٢٦١]

لیکن انتہائی حد کا ذکر ہمیں فقہ کی کتابوں میں نہیں ملا، البتہ حدیث میں اس کے لئے حلق العانۃ کا لفظ آیا ہے۔ علامہ زبیدیؒ اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:

"قال أبو الهيثم: العانة منبت الشعر فوق القبل من المرأة وفوق الذكر من الرجل والشعر النابت عليهما يقال له الأسب قال الأزهري: وهذا هو الصواب". [تاج العروس، ص: ٢٨٥، ج: ٩]

اور علامہ مطرزی لکھتے ہیں:

"هي الشعر النابت فوق الفرج" المغرب، ص: ۲۴، ج: ۲.

اس سے معلوم ہوا کہ عانہ کا اطلاق ان بالوں پر ہوتا ہے جو شرمگاہ سے اُوپر اُوپر ہوں، لہٰذا اس کی آخری حد شرمگاہ ہے۔ البتہ ایک قول یہ بھی ہے کہ "الشعر النابت على قبل المرأة". [تاج العروس، ص: ۲۸۵، ج: ۹] اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ شرمگاہ کے اُوپر کے بال بھی صاف کئے جائیں اور خود شرمگاہ پر اُگے ہوئے بال بھی۔ البتہ پشت کے بال صاف کرنا اس حکم میں داخل نہیں۔

یہ صفائی ہر ہفتے جمعہ کے دن کرنا افضل اور مستحب ہے۔ اور چالیس دن سے زیادہ بغیر صفائی کے گزار دینا مکروہ تحریمی ہے۔ کذا فی الدر المختار مع الشامی ج:۵، ص:۲۶۱ بغل کے بالوں کو صاف کرنے میں بھی یہی تفصیل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی عثمانی، ج:۴، ص:۳۲۵ تا ۳۲۸، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ناف کے نیچے دائیں بائیں جو بال ہوں نیز خصیتین پر جو بال ہوں اور پھر نیچے جو بال ہوں ان سب کو صاف کر دینا چاہئے، خواہ ان کو منڈا جائے، یا کسی دوا سے اڑا دیا جائے، یا قینچی سے کترا دیا جائے، منڈانا اعلیٰ بات ہے۔ یہ صفائی ہر ہفتہ جمعہ کے روز مناسب ہے، اس کا موقعہ نہیں تو پندرہ روز میں صفائی کر دی جائے۔ ۴۰/ روز تک مؤخر نہ کریں، ورنہ کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوگا۔

عبادت جب اپنی شرائط و فرائض کے مطابق ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ یہ صفائی ہر ہفتہ سنت ہے، چالیس روز واجب ہے(۴۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۱۹، ص:۴۳۶، ۴۳۷/فتاوی مفتی محمود، ج:۱۱، ص:۴۷۳، ۴۷۴، ط، اشتیاق اے مشتاق پریس لاہور/میزان المسائل، ص:۲۸۸، ط، مکتبہ عاصم دیوبند)

قینچی سے زیر ناف کے بال لینا

سوال: موئے زیر ناف کو مقراض سے لینا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو عدم جواز کی کیا دلیل ہے اور اگر جائز ہے تو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کیوں منع فرماتے ہیں یعنی کمالات عزیزی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے برا خواب دیکھا اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ تیری عورت مقراض لیتی ہے منع کر دے۔

جواب: یہ قصہ غلط ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کا منع فرمانا غلط ہے اس کی دوسری صورت ہے اور بالوں کا دفعیہ مقراض سے جائز ہے مگر چونکہ استیصال اچھی طرح نہیں

(۴۷) في الدر المختار: ويستحب حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة والأفضل يوم الجمعة، وجاز في كل خمسة عشره، وكره تركه وراء الأربعين. مجتبى.

وفي الشامية تحته: قوله: (وكره تركه) أي تحريماً لقول المجتبى: ولاعذر فيما وراء الأربعين ويستحق الوعيد. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ج: ۹، ص: ۵۸۲، ۵۸۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

ہوتا اس واسطے مستحسن نہیں ہے(۳۸)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رشیدیہ،ص:۵۹۳،ط،دار الاشاعت کراچی/ باقیات فتاوی رشیدیہ،ص:۳۷۷،ط،حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی انڈیا)

زیرناف بال صاف کرنے کے لئے پاؤڈر کا استعمال

سوال: زیرناف بال صاف کرنے کا مستحب طریقہ کیا ہے؟ کترنا، کاٹنا یا اکھاڑنا؟ اس زمانے میں جو کریم یا پاؤڈر استعمال ہوتا ہے، اس کا استعمال از روئے شریعت کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مردوں کے لئے استرا وغیرہ سے صاف کرنا اور عورتوں کے لئے اکھاڑنا مستحب ہے۔ پاؤڈر اور کریم کا استعمال بھی جائز ہے۔

---

(۳۸) عن ابی هريرة، عن النبی ﷺ قال: الفطرة خمس، (أو خمس من الفطرة)، الختان، والاستحداد، وتقليم الأظفار، ونتف الأبط، وقص الشارب. وفی الفتح تحت هذا الحديث: قوله: (الاستحداد) الخ: هو حلق العانة، سمى استحداداً لاستعمال الحديدة، وهی موسی، وهو سنة، والمراد به نظافة ذلك الموضع، والأفضل به فيه الحلق، ويجوز بالقص والنتف والنورة. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الطهارة،باب خصال الفطرة،ج: ۲،ص: ۲۰۵،ط، دار احياء التراث العربی بيروت لبنان)

فی الموسوعة الفقهية: لاخلاف بين الفقهاء فی جواز ازالة الشعر العانة بأی مزيل من حلق وقص ونتف ونورة لأن أصل السنة يتأدى بالازالة بأی مزيل كما أنه لاخلاف بينهم فی أن الحلق أفضل لازالة شعر العانة فی حق الرجل. (الموسوعة الفقهية، ج: ۲۹،ص: ۲۳۴)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ تحت (قوله ويستحب حلق عانة) قال فی الهندية ويبتدی من تحت السرة ولو عالج بالنورة يجوز كذا فی الغرائب وفی الاشباه والسنة فی عانة المرأة النتف. [ردالمحتار، ص: ۴۶۱، ج:۵]۔ والله سبحانه وتعالىٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ج: ۸،ص: ۷۸، ۷۹،ط، ایم ایچ سعید/ فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷،ص: ۳۲۶تا ۳۲۸،ط،زمزم پبلشرز کراچی)

عورت کا موئے زیرناف دور کرنے کے لئے استرہ استعمال کرنا

سوال: عورتیں موئے زیرناف دور کرنے کے لئے استرہ استعمال کرتی ہیں تو اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...عورتوں کی شرمگاہ کی جگہ بے حد نازک ہوتی ہے اور استرہ استعمال کرنے کا طریقہ نہ جاننے کی وجہ سے شریعت نے دوسری چیزوں کا استعمال کرکے آسانی کے ساتھ ان بالوں کو دور کرنے کو کہا ہے، لیکن اگر کوئی عورت استرہ استعمال کرنا جانتی ہو اور استرہ استعمال کرنے سے نقصان ہونے کا خطرہ نہ ہو تو جائز ہے۔ [شامی ج:۵،ص:۴۵۸] فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رحیمیہ،ج:۵،ص:۹۷)

مقعد کے اردگرد کے بالوں کی صفائی کا حکم

سوال: مقعد کے اردگرد کے بال حلق العانہ میں داخل ہیں یا نہیں؟ ان کا حلق ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: بصورتِ مسئولہ مشہور قول کے موافق حوالی مقعد کے بال حلق العانۃ کے حکم میں داخل نہیں اور ان کا حلق ضروری نہیں البتہ فقہاء نے نجاست کے معلق ہونے کی وجہ سے ان کی صفائی کو اولیٰ اور بہتر فرمایا ہے اور علامہ شامیؒ نے زیادہ مؤکد قرار دیا ہے۔

ملاحظہ ہو شامی فرماتے ہیں:

والعانة الشعر القريب من فرج الرجل والمرأة ومثلها شعر الدبر بل هو أولى بالازالة لئلا يتعلق به شيء من الخارج عند الاستنجاء بالحجر.

[فتاوى الشامي: ٢/ ٤٨١، سعيد]

حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح میں ہے:

ثم العانة: هى الشعر الذى فوق الذكر وحواليه وحوالى فرجها ويستحب ازالة شعر الدبر خوفاً من أن يتعلق به شيء من النجاسة الخارجة فلايتمكن من ازالته بالاستجمار. [حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ٥٢٧، قديمى]

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

الشعر الذى حوالى ذكر الرجل وفرج المرأة زاد ابن شريح و حلقة الدبر فجعل العانة منبت الشعر مطلقاً والمشهور الاول. [مرقاة المفاتيح: ٨/ ٢٨٩، باب الترجل، امداديه ملتان]

قال الامام النووىؒ: ونقل عن ابى العباس بن سريج أنه الشعر النابت حول حلقة الدبر فيحصل من مجموع هذا استحباب حلق جميع

ما على القبل والدبر وحولهما. [شرح مسلم، ١/ ١٢٨، باب خصال الفطرة]

حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ نے احسن الفتاویٰ میں ان بالوں کی صفائی کو واجب قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

.....اور دبر کے بال صاف کرنا واجب ہے، دبر کے بالوں کی صفائی کو طحطاویؒ نے مستحب لکھا ہے مگر علامہ ابن عابدینؒ نے اس کا حکم بھی عانہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ مؤکد قرار دیا ہے۔[احسن الفتاویٰ: ۸/۸ے]۔(فتاویٰ دارالعلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۲۸، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

حضرت مولانا مفتی سید سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

دبر کے بال اگر اتنے زیادہ ہوں کہ اُن میں نجاست کے تلوث کا خطرہ ہو، تو صاف کرنا ضروری ہے... الخ۔ (کتاب النوازل، ج: ۱۵، ص: ۵۵۰)

موئے زیرِ ناف دوسرے سے صاف کرانا

سوال: ایک شخص معمر بیمار ہوجاتا ہے، عرصہ ۶، ۷/ ماہ بیمار رہتا ہے، پورا صاحبِ فراش ہے کہ حرکت کی بھی طاقت نہیں، اس کی اہلیہ کو بھی ضعف بصر ہے۔ کیا اس کا بیٹا زیرِ ناف بال استرے سے صاف کرسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً: بدرجہ مجبوری جائز ہے، مس کرنے اور دیکھنے سے حتی الوسع احتیاط کرے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج: ۱۹، ص: ۴۵۰)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نوراللہ مرقدہٗ ایک

سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر پاؤڈر خود لگانے پر قادر ہو تو پاؤڈر سے صفائی کرے، ورنہ دوسرا شخص ہاتھ پر دستانہ پہن کر پاؤڈر سے اس طرح صفائی کرے کہ اس مقام پر نظر ڈالنے سے حتی الامکان احتراز کرے۔

لاباس بان یتولی صاحب الحمام عورۃ انسان بیدہ عند التنویر اذا کان یغض بصرہ وقال الفقیہ ابو اللیث ھذا فی حالۃ الضرورۃ لا فی غیرھا. [عالمگیریۃ، ص: ۳۲۷، ج: ۵] واللّٰہ سبحانہ وتعالی اعلم. (احسن الفتاوی، ج: ۹، ص: ۷۹، ط، ایچ ایم سعید/ کتاب الفتاوی، ج: ۶، ص: ۱۵۲، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

نابینا موئے زیر ناف کس طرح صاف کرے؟

سوال: نابینا شخص موئے زیر ناف کس طرح صاف کرے گا؟ صابن کے ذریعہ صاف کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صابن کے ذریعہ صفائی کر لینا درست ہے:

"قال فی الھندیۃ: ویبتدئ من تحت السرۃ. ولو عالج بالنورۃ، یجوز، کذا فی الفتاوی". ردالمحتار: ۵/ ۲۶۱ (۴۹). فقط واللّٰہ تعالی اعلم. (فتاوی محمودیہ، ج: ۱۹، ص: ۴۵۰، ۴۵۱)

(۴۹): (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج: ۶، ص: ۵۸۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

موئے بغل مونڈنے کا حکم

سوال: بغل کے بالوں میں اکھاڑنا بہتر ہے یا مونڈنا؟

الجواب: احادیث اور فقہاء کی عبارات کی روشنی میں اکھاڑنا بہتر معلوم ہوتا ہے تاہم اگر کسی کو اکھاڑنے میں اذیت محسوس ہوتی ہو تو مونڈنا بھی جائز ہے، کیونکہ مقصود محل کی صفائی ہے جو مونڈنے میں حاصل ہو جاتی ہے۔

ملاحظہ ہو مجمع الانہر میں ہے: والسنۃ نتف الابط. [مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر: ۴/ ۲۲۴، ط، بیروت]

وفی الفتاوی الھندیۃ: وفی الابط یجوز الحلق والنتف اولی.

[الفتاوی الھندیۃ: ۵/ ۳۵۸]

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

بفتم برکندن موئے بغل ست وحلق کردن ونورہ زدن نیز جائز ست۔ [اشعۃ اللمعات: ۱/ ۲۲۹، المکتبۃ الرشیدیۃ]

شرح مسلم میں امام نوویؒ فرماتے ہیں:

أما نتف الابط فسنۃ بالاتفاق والأفضل فیہ النتف لمن قوی علیہ ویحصل أیضاً بالحلق و بالنورۃ وحکی عن یونس بن عبدالأعلی قال: دخلت علی الشافعیؒ وعندہ المزین یحلق ابطہ فقال الشافعی: علمت أن السنۃ النتف ولکن لا أقوی علی الوجع، ویستحب أن یبدأ بالابط الأیمن.

[شرح مسلم: ۱/ ۱۲۸، باب خصال الفطرۃ]

بہشتی زیور میں ہے: موئے بغل میں اولیٰ تو یہ ہے کہ موچنے وغیرہ سے دور کیے جائیں اور استرے سے منڈوانا بھی جائز ہے۔[بہشتی زیور، حصہ ۱۱، ص: ۹۶۸]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۲۹، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

زیرناف وبغل کے بال ندی نالے میں پھینکنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بغل کے بال اور زیرناف بال کیا ندی نالے میں پھینک سکتے ہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: بغل اور زیرناف کے بال ندی نالے میں پھینکنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ کسی محفوظ جگہ پر دفن کردینا زیادہ بہتر ہے۔

وفي الخانية: ينبغي أن يدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره، وان رماه فلابأس به. [حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، دار الكتاب ديوبند ۱/ ۵۲۷]

يدفن أربعة: الظفر، والشعر، وخرقة الحيض والدم. [هندية، الباب التاسع عشر، زكريا ۵/ ۳۵۸، جديد ۵/ ۴۱۳] فقط والله سبحانه وتعالى اعلم. (فتاوی قاسمیہ، ج: ۲۳، ص: ۶۱۸، ۶۱۹، ط: مکتبہ زکریا دیوبند/ فتاوی محمودیہ، ج: ۱۹، ص: ۴۴۸)

خضاب لگانے کا بیان

خضاب کی تحقیق

"خضب" کے معنی رنگنا یعنی بالوں کو مہندی سے یا کسی رنگ سے رنگنا۔ خضاب وہ چیز جس سے رنگ کیا جائے مہندی یا کوئی اور رنگ وغیرہ۔

"خضب الرجل شيبه"، آدمی نے اپنے سفید بالوں کو رنگ کیا۔ جس کے بال رنگے ہوئے ہوں اس کو مخضوب کہتے ہیں (۳۰)۔

قال الجوهري: "الخضاب ما يختضب به". جوہری نے کہا: خضاب جس چیز کے ذریعہ رنگا جائے (۳۱)۔

اور عام طور پر خضاب کا استعمال اُس وقت ہوتا ہے جب سر میں یا داڑھی میں سفید بال آنے لگتے ہیں، تو اُس کی سفیدی کو چھپانے یا دور کرنے کے لیے خضاب کا استعمال کیا جاتا ہے، جس سے سفیدی چھپ جاتی ہے اور خوبصورتی میں اضافہ بھی ہوجاتا ہے۔

نوٹ: عربی میں خضاب کا لفظ اُسی وقت استعمال ہوگا جبکہ اُس میں حنا ملی ہو، اگر حنا نہ ہو خالص کوئی پودا یا رنگ ہو تو صبغ کا لفظ مستعمل ہوتا ہے، خضاب کا لفظ نہیں، "وإذا

(۳۰) (تاج العروس، ج: ۲، ص: ۳۶۵، ۳۶۶، ط: دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳۱) (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب الخضاب، ج: ۲۲، ص: ۷۷، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

كان يغير الحناء قبل صبغ شعره ولا يقال خضبه"(۳۲)۔

خضاب کے استعمال کی ترغیب

ابتدائے اسلام میں نبی پاک ﷺ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے، پھر مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا، مدینہ میں یہود داڑھی سفید رکھتے تھے اور خضاب کا استعمال نہیں کرتے تھے آپ ﷺ ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہتے تھے کہ مسلمان خالص دینی اعمال کے ساتھ ساتھ اپنی ظاہری وضع وقطع میں بھی غیر مسلم اقوام کی نقالی نہ کریں۔

فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ کے والد حضرت ابو قحافہؓ خدمتِ اقدس میں لائے گئے، ان کے سر اور داڑھی کے بال بہت سفید تھے اس موقع سے آپ ﷺ نے ان کو خضاب لگانے کی تلقین کی۔

حضرت ابو امامہؓ کی روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ انصار کے چند بزرگ بوڑھے لوگوں کے پاس آئے جن کی داڑھیاں سفید تھیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت اپنے بالوں کو سرخ یا پیلے (زرد) خضاب کیا کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

"عن ابى امامة قال: خرج رسول اللّٰه ﷺ على مشيخة من الانصار بيض لحاهم فقال: يا معشر الانصار حمروا وصفروا وخالفوا اهل الكتاب"...الخ.

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: امام احمد اور طبرانی نے اسے روایت کیا ہے، احمد کے

(۳۲): (الجامع فی احکام اللحية، ص: ۲۵۹)

رجال صحیح کے رجال ہیں، قاسم کے علاوہ وہ بھی ثقہ ہیں، ان کے سلسلے میں کلام کیا گیا ہے، جو نقصان دہ نہیں ہے(۳۳)۔

حضرت زبیر بن عوامؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: سفیدی کو بدل دو اور یہود کی مشابہت اختیار مت کرو۔ یعنی خضاب ان کی مخالفت کرو، عن الزبير بن العوام قال رسول اللّٰه ﷺ غيروا الشيب ولا تشبهوا باليهود.

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے(۳۴)۔

الغرض احادیث کے وارد ہونے کی وجہ سے خضاب استعمال کرنا مستحب ہے۔

وقال الامام النوويؒ: ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة الى آخره...الخ(۳۵).

وقال الحافظ ابن حجرؒ: ولكن الخضاب مطلقاً أولى، لأنه فيه

(۳۳): "عن ابى امامة قال: خرج رسول اللّٰه ﷺ...الخ. رواه احمد والطبرانى ورجال احمد رجال صحيح خلا القاسم وهو ثقة وفيه كلام لايضر. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب اللباس، باب مخالفة أهل الكتاب في اللباس وغيره، ج: ۵، ص: ۱۳۱، ط، دار الكتاب العربي، بيروت لبنان)

(۳۴): (الجامع الترمذي، كتاب اللباس، باب ماجاء في الخضاب، ص: ۴۱۷، رقم: ۱۷۵۲، ط، دار السلام رياض)

(۳۵): (رد المحتار على الدر المختار، مسائل شتى ج: ۱۰، ص: ۴۸۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

امتثال الأمر في مخالفة اليهود....الخ(٣٦).

وفي الدر المختار: يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته....الخ(٣٧).

نیز خضاب کا استعمال دیکھنے والوں کو بھی خوشنما نظر آتا ہے، جلد، صحت اور بالوں کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ جو دماغ کو بھی تقویت دیتا ہے اور بالوں کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ (سیاہ خضاب احکام و مسائل ص:۱۳ تا ۱۶)

کیا حضور ﷺ نے خضاب استعمال کیا

آپ ﷺ نے خضاب کا استعمال فرمایا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں روایتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ریش مبارک میں مہندی اور ایک میں زرد خضاب کے استعمال کا ذکر ہے(٣٨)، آپ ﷺ کے زرد خضاب

(٣٦): (فتح الباری، کتاب اللباس، باب الخضاب، ج: ١٠، ص: ٣٦٨، رقم: ٥٦٩٠، ط، مكتبة الملك فهد الوطنية)

(٣٧): (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ٩، ص: ٦٠٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

(٣٨): عن أبي رمثةؓ قال: أتيت أنا وأبي النبي ﷺ وكان قد لطخ لحيته بالحناء.

عن أبي رمثةؓ قال: أتيت النبي ﷺ ورأيته قد لطخ لحيته=

استعمال کرنے کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، لیکن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو خضاب کی نوبت ہی نہیں آئی تھی اگر میں حضور ﷺ کی داڑھی کے سفید بالوں کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا(٣٩)۔ چنانچہ اکثر محققین کا خیال یہی ہے کہ آپ ﷺ نے سیاہ خضاب کا استعمال نہیں فرمایا ہاں آپ بھی رنگین عطر استعمال فرماتے جس سے بعض دفعہ لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی، نسائی کی ایک روایت میں قریب قریب اس کی صراحت موجود ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما زرد خوشبو داڑھی میں استعمال کرتے تھے، اس پر حیرت کا اظہار کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو ریش مبارک میں یہ رنگ استعمال کرتے دیکھا ہے(٤٠)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل

=بالصفرة. (رواهما النسائي، كتاب الزينة، باب الخضاب بالحناء والكتم، ص: ٦٩٦، رقم: ٥٠٨٦، ٥٠٨٧، ط، دار السلام رياض)

(٣٩): عن ثابت قال: سئل أنسؓ، عن خضاب النبي ﷺ فقال: انه لم يبلغ ما يخضب، لو شئت أن أعد شمطاته في لحيته. (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب مايذكر في الشيب، ص: ١٢٦١، رقم: ٥٨٩٥، ط، دار السلام رياض)

(٤٠): عن زيد بن أسلم قال: رأيت ابن عمرؓ يصفر لحيته بالخلوق فقلت: يا أبا عبدالرحمن! انك تصفر لحيتك بالخلوق قال: اني رأيت رسول الله ﷺ يصفر بها لحيته، ولم يكن شئ من الصبغ أحب اليه منها ولقد كان يصبغ بها ثيابه كلها حتى عمامته. (سنن نسائي، كتاب الزينة، باب الخضاب بالصفرة، ص: ٦٩٦، رقم: ٥٠٨٨، ط، دار السلام رياض)

میں بطور خوشبو اس رنگ کا عطر استعمال فرماتے تھے جس سے سفید بالوں پر زردی آجاتی تھی اور بعض لوگ اس کو خضاب سمجھنے لگتے تھے، بخاری کی وہ روایتیں جن میں وفات کے بعد بعض ازواج مطہرات کے پاس موجود موئے مبارک سرخ یا خضاب میں رنگے ہوئے ہونے کا ذکر ہے(۴۱)، کا منشا بھی یہی ہے۔ امام طبریؒ نے دونوں حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ جن لوگوں نے خضاب کی بات نقل کی ہے، انہوں نے اپنا مشاہدہ نقل کیا، بعض اوقات آپ ﷺ نے خضاب فرمایا! جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں تو یہ اکثر اور فی الغالب حالت پر محمول ہے۔

فی نیل الأوطار: وقال الطبری فی الجمع بین الحدیثین: من جزم بأنه خضب فقد حکی ما شاهد، وکان ذلک فی بعض الأحیان، ومن نفی ذلک فهو محمول علی الأکثر الأغلب من حاله ﷺ. (نیل الأوطار من أسرار منتقی الأخبار، الباب الثامن: باب تغییر الشیب بالحناء والکتم ونحوهما وکراهة السواد، ج: ۱، ص: ٤٤٧، ط، دار ابن الجوزی المملکة العربیة السعودیة/ سیاه خضاب احکام ومسائل، ص: ١٦، ١٧/ قاموس الفقه، ج: ۳، ص: ٣٤١، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

---

(۴۱) عن عثمان بن عبدالله بن موهب قال: دخلت علی أم سلمة فأخرجت الینا شعرا من شعر النبی ﷺ مخضوباً.

عن ابن موهب: أن أم سلمة أرته شعر النبی ﷺ أحمر. (رواهما البخاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب، ص: ١٢٦١، رقم: ٥٨٩٧، ٥٨٩٨، ط، دار السلام ریاض)

وفی بذل المجهود: وقال القاری فی قول أنس رضی الله عنه: لم یخضب: أی رأسه، وهو لاینافی اختضاب لحیته المروی السابق، والآتی عن ابن عمر رضی الله عنه. فتدبر.

ثم قال: والصحیح ما قاله صاحب "النهایة" من أن المختار أنه ﷺ صبغ فی وقت، وترک فی معظم الأوقات، فأخبر کل بما رأی، وهو صادق، وهذا التأویل کالمتعین للجمع به بین الأحادیث، انتهی. وهو نهایة المدعی. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الترجل، باب فی الخضاب، ج: ۱۲، ص: ۲۳٥، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان/ البذل المنضود، ج: ٦، ص: ۱۸۹، ۱۹۰، ط، مکتبة الشیخ کراچی)

خضاب کا استعمال بہتر ہے یا ترک؟

البتہ خضاب کا استعمال بہتر ہے یا ترک؟ اس میں بھی فقہاء کی رائیں قدرے مختلف ہیں، حنفیہ کے یہاں استعمال مستحب ہے، کیونکہ روایات گذر چکی ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے اس کا حکم فرمایا تھا، شوافع کے یہاں بھی ترجیح اسی کو ہے۔ امام نوویؒ نے بعض اہل علم سے دو اور قول نقل کئے ہیں، ایک یہ کہ جہاں عام طور پر لوگ خضاب کا استعمال کرتے ہوں، وہاں استعمال بہتر ہے، جہاں بالعموم خضاب نہ لگایا جاتا ہو اور لگانے والا مرکز توجہ بن جاتا ہو، وہاں نہ لگانا چاہئے کہ "خروجه عن العادة شهرة ومکروه" دوسرے یہ کہ جس کے بال اچھے ہوں اور بلا خضاب بھلے لگتے ہوں، ان کے لئے خضاب سے اجتناب بہتر ہے اور جس کا معاملہ اس کے برعکس ہو، وہاں خضاب کا استعمال بہتر ہے۔ (قاموس الفقہ، ج: ۳، ص: ۳۴۰، ۳۴۱، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

حضرت مولانا مفتی زکریا احمد قاسمی صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: مذکورہ بالا احادیث سے تو سفید بال رکھنے کی بھی فضیلت و شرف معلوم ہوتا ہے جبکہ ابوقحافہ کو اللہ کے نبی نے خضاب کا حکم دیا اور سفید بال کو بدلنے کا حکم دیا ہے؟ تو دونوں میں افضل اور بہتر کیا ہے کہ جس پر عمل کیا جا سکے؟

جواب: علمائے کرام نے دونوں احادیث میں درج ذیل تطبیق دی ہے۔

(۱) جس کے ڈاڑھی بہت زیادہ سفید ہو حضرت ابوقحافہؓ کی ڈاڑھی کی طرح تو اسے خضاب استعمال کرنا چاہیے مگر کسی کے بال اتنے زیادہ سفید نہ ہوں خضاب کے بغیر بھی اچھے معلوم ہوتے ہوں تو اس کے لیے خضاب استعمال نہ کرنا بھی درست ہے۔

(۲) جس علاقے اور ماحول میں لوگ عام طور پر خضاب استعمال کرتے ہوں وہاں استعمال کیا جائے اور جہاں رواج نہ لگانے کی وجہ سے مرکز توجہات بننے کا اندیشہ ہو تو وہاں استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

قال القاضي: وقال غيره (اى غير الطبراني) هو على حالين: فمن كان في موضع عادة أهل الصبغ أو تركه فخروجه عن العادة شهرة و مكروه، والثاني أن يختلف باختلاف نظافة الشيب، فمن كانت شيبته تكون نقية أحسن منها مصبوغة، فالترك اولى، ومن كانت شيبته تستبشع فالصبغ اولى.

الغرض رواج عرف اور حالت کے اعتبار سے افضلیت کا معیار بدل جائے گا۔ اسی کے مطابق عمل کرنا بہتر ہوگا۔

عربوں میں خضاب کے استعمال کا رواج عام تھا، اس لیے خضاب کا استعمال انگشت نمائی کا باعث نہ بنتا تھا، دوسرے خضاب سے اجتناب یہود کی شناخت تھی، اور آپ ﷺ ایک مشترک معاشرہ میں صحابہ کو ان سے ممتاز دیکھنا چاہتے تھے، ایک ایسے سماج میں جہاں یہ دونوں باتیں نہ پائی جاتی ہوں، سیاہ کے علاوہ کسی اور رنگ کا خضاب انگشت نمائی اور فقہاء کی زبان میں شہرت کا باعث بن جاتا ہے۔ (سیاہ خضاب احکام و مسائل، ص: ۲۳تا۲۶)

بالوں میں سیاہ خضاب کرنے کا تفصیلی مسئلہ

وعن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال ان اليهود والنصارى لايصبغون فخالفوهم. متفق عليه

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہودی اور عیسائی خضاب نہیں لگاتے لہٰذا تم ان کے خلاف کرو۔ [بخاری و مسلم]

توضیح: "لایصبغون" یعنی یہود و نصاریٰ داڑھی کے سفید بالوں میں خضاب اور کسی قسم کا رنگ نہیں کرتے تم ان کی مخالفت میں داڑھی میں خضاب کیا کرو۔

سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اصباغ اور رنگ اور خضاب کے حوالے سے مہندی کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ زرد رنگ کی بھی اجازت دی ہے البتہ کالے رنگ سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے ساتھ والی حدیث میں "واجتنبوا

السواد" کا جملہ موجود ہے جو امام مسلم نے نقل کیا ہے جو شخص مسلم کی روایت کو موضوع کہے گا وہ بدعتی ہوگا کیونکہ بخاری اور مسلم کی احادیث کی صحت پر امت کا اجماع ہو گیا ہے امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی سند میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے "غیـــروا الشیـــب ولاتقـربوه السواد"۔ [رواه احمد]

ملا علی قاری نے بحوالہ نووی نقل کیا ہے کہ خضاب کے بارے میں چند اقوال ہیں صحیح قول یہ ہے کہ بالوں میں ہر قسم کا رنگ اور خضاب کرنا مستحب ہے خواہ مرد کرے یا عورت کرے البتہ کالے رنگ کا خضاب حرام ہے۔ [مرقات ص:۲۱۳، ج ۸]

امام محمدؒ اپنی موطا میں اس طرح لکھتے ہیں:

"لانـری بـالـخـضـاب بالوسمة والحناء والصفرة باسا وان ترکه ابیض فلاباس به کل ذلک حسن"۔ [مرقات]

شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ: "الـخـضـاب سنة ثبت قولاً وفعلاً اما قولاً فـلـحديث ابی هـريـرةؓ الـسـابـق. واما فعلاً فـلـما قال ابن عمر ان النبی ﷺ کان يصفر لحيته بالورس والزعفران"۔ [مرقات]

وفـی مـجـمـع الفتاوی اختلفت الرواية فی ان النبی ﷺ هل فعل الخضاب فی عمره؟ والاصح انه لم يفعل الخضاب فی لحيته لعدم الحاجة اليه، واما خضاب رأسه بالحناء فهو مشهور وقيل کان فعله غير مرة لدفع الصداع والـحرارة قـلـت ويـؤيـده ما ورد فی الاختضاب من الاحاديث "منها" اختضبوا بالحناء فانه يزيد فی شبابكم وجمالكم ونكاحكم"۔ [رواه البزار]

"ومنها" اختضبوا بالحناء فانه طيب الريح ويسكن الروع. [رواه ابو يعلی والحاکم]

"ومنها" اختضبوا وافرقوا و خالفوا اليهود. [رواه ابن عدی]

قال الغزالی فی الاحياء الخضاب بالسـواد خضاب الكفار، ويقال اول من خضب بالسـواد فرعون لعنه الله. [مرقات]

وعـن ابی الدرداء رفعه قال عليه السلام من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة. [رواه الطبرانی مرقات، ج: ۸، ص: ۲۳۳]

ان تمام روایات سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اسلام میں خضاب کرنا جائز اور مستحب ہے البتہ کالے رنگ کا خضاب منع ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خضاب کرنا اتنا ضروری ہے اور یہود سے مخالفت کا ذریعہ ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ خضاب کے بغیر سفید داڑھی کو سفید چھوڑنا منع ہے حالانکہ زیادہ تر مسلمان رنگ نہیں کرتے بلکہ طبعی حالت پر بال سفید رکھتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہود کسی بھی رنگ اور خضاب کو جائز نہیں سمجھتے تم خضاب کو نا جائز نہ سمجھو بلکہ یہود کی مخالفت کر کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھو پھر خضاب کرو تو اچھا ہے اور خضاب نہ کرو بلکہ داڑھی کو طبعی حالت پر چھوڑ دو یہ بھی جائز اور اچھا ہے جیسا کہ امام محمدؒ کا فتویٰ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ "وان ترکه ابیض فلاباس به"۔

اب یہاں یہ بات رہ گئی کہ فقہاء کے نزدیک سیاہ خضاب استعمال کرنے کا کیا حکم ہے۔

اس سلسلہ میں علامہ نووی مسلم کی شرح ص ۱۹۹ پر اس طرح لکھتے ہیں:

ہمارے مسلک شوافع کے مطابق سفید بالوں کا خضاب مستحب ہے اور مردوں اور عورتوں کے لئے سیاہ رنگ کے علاوہ ہر رنگ مستحب ہے سیاہ رنگ کا خضاب بعض کے ہاں مکروہ ہے مگر مختار اور صحیح قول یہ ہے کہ سیاہ خضاب حرام ہے اور یہی ہمارا مسلک ہے...الخ۔

صحابہ کی ایک بڑی جماعت سیاہ خضاب کے عدم جواز کی قائل ہے لیکن چند صحابہ وتابعین ایسے بھی ہیں جنہوں نے سیاہ خضاب کو استعمال کیا ہے ان میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت حسین بن علی اور حضرت حسن بصری کے نام مشہور ہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ دونوں طرف صحیح روایات موجود ہیں لیکن اس میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ شارحین حدیث نے سیاہ خضاب استعمال کرنے کو مجبوریوں پر محمل کیا ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں "وروی ان عثمان والحسن والحسین خضبوا لحاهم بالسواد للمهابة"۔ [مرقات، ج: ۸، ص: ۲۱۲]

علامہ شامی لکھتے ہیں قوله عليه السلام غيروا هذا الشيب واجتنبوا السواد قال الحموی وهذا فی حق غير الغزاة ولا يحرم فی حقهم للارهاب ولعله محمل من فعل ذلک من الصحابة. [فتاوی شامی، ج: ۶، ص: ۷۵۶]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب احناف کے ہاں مکروہ تحریمی ہے چنانچہ بذل المجہود شرح ابوداؤد میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا گیا ہے کہ وفی الحديث تهديد شديد فی خضاب الشعر بالسواد وهو مكروه كراهية التحريم.

[بذل المجهود، ج: ۵، ص: ۸۲]

ان روایات اور فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب استعمال کرنا ائمہ

احناف کے ہاں مکروہ تحریمی ہے۔ (توضیحات شرح مشکوۃ، ج: ۶، ص: ۵۰۱ تا ۵۰۳، ط، المکتبۃ العربیۃ/ تحفۃ الالمعی، ج: ۵، ص: ۸۳، ط، زمزم پبلشرز کراچی/ مظاہر حق، ج: ۴، ص: ۲۲۲، ۲۲۳، ط، مکتبۃ العلم لاہور/ تحفۃ القاری، ج: ۱۰، ص: ۵۹۸، ط، مکتبہ حجاز دیوبند/ امداد الاحکام، ج: ۴، ص: ۳۴۷، ۳۴۸، ط، مکتبہ دار العلوم کراچی/ کفایت المفتی، ج: ۹، ص: ۱۸۰، ۱۸۱، ط، دار الاشاعت کراچی/ فتاوی محمودیہ، ج: ۱۹، ص: ۴۵۵، ۴۵۶/ فتاوی رحیمیہ، ج: ۱۰، ص: ۱۱۷، ط، دار الاشاعت کراچی/ فتاوی مفتی محمود، ج: ۱۰، ص: ۲۹۵، ط، اشتیاق اے مشتاق پریس لاہور/ فتاوی حقانیہ، ج: ۲، ص: ۳۱۲، ط، مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک/ فتاوی ودیہ، ج: ۵، ص: ۱۰۳/ کتاب الفتاوی، ج: ۶، ص: ۷۸، ۷۹، ط، زمزم پبلشرز کراچی/ المسائل المہمہ، ج: ۷، ص: ۲۵۸)

سیاہ خضاب کا طبی نقصان

امریکہ نیشنل انسٹی ٹیوٹ کے سائنس دانوں کی تازہ ترین تحقیق کے مطابق بالوں کو سیاہ کرنے کے لیے استعمال کیے جانے والے خضاب (ہیئر ڈائی) میں ایک جز شامل ہوتا ہے جس کی وجہ سے کینسر کا مرض لاحق ہوسکتا ہے۔ آج سے چند برس پہلے کیلی فورنیا یونیورسٹی کے ایک سائنس داں نے ایسے خضاب کے بارے میں جس خدشہ کا اظہار کیا تھا، آج امریکی انسٹی ٹیوٹ کی تحقیق نے اس کی توثیق کردی ہے۔

نیز بالوں کے کیمیائی رنگ اور خضاب سے چھاتی اور بچہ دانی کے سرطان کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، لہذا خواتین کو ایسے کیمیائی خضاب کے استعمال سے گریز کرنا چاہئے، ان کی جگہ مہندی وغیرہ استعمال کرلیں۔ (اسلام صحت اور جدید سائنسی تحقیقات: ۱۴۸، ادارہ

اشاعت اسلام)

فائدہ: أول من صبغ لحيته بالسواد فرعون موسى عليه السلام.

(مصنف ابن ابي شيبة: ١٢/ ٥٥٦، وعمدة القاري: ١٥/ ٩٧، باب الخضاب، دار الحديث ملتان، المرقاة: ٨/ ٢٣٥، باب الترجل، رشيديه)

یعنی داڑھی پر سیاہ خضاب سب سے پہلے فرعون نے استعمال کیا تھا۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۴۱۷، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

بیوی کو خوش کرنے کیلئے سیاہ خضاب استعمال کرنے کا حکم

سوال: بیوی کو خوش کرنے کیلئے سیاہ خضاب استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اکثر علماء و مجتہدین نے اس امر کی تصریح کردی ہے کہ بیوی کی دلجوئی کی خاطر زینت کیلئے سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔ جیسا کہ شامیہ اور عالمگیریہ میں صراحت ہے۔ **ومن فعل ذالک ليزين نفسه للنساء وليحبب نفسه اليهن فذالک مكروه وعليه عامة المشائخ.** [عالمگیریہ، ص: ٣٥٩ ج ٥۔ شامی ص ٤٢٢ ج ٦]

بعض لوگ یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جوان بیوی کی دلجوئی کیلئے سیاہ خضاب کو جائز قرار دیا ہے ان کی طرف یہ قول منسوب ہے۔ **كما يعجبني ان تتزين لي يعجبها ان اتزين لها.** [فتاوی شامی، ص: ٤٢٢، ج: ٦]

جواب: اس اشکال کے متعلق حضرت حکیم الامۃ تھانوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں بعض لوگ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو پیش کیا کرتے ہیں سو بشرط ثبوت اس روایت اور ان کے رجوع نہ کرنے کا جواب یہ ہے کہ "شرح عقود رسم المفتی" میں یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما میں اگر اختلاف ہو تو جس کے ساتھ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے اس قول پر فتویٰ ہوگا خصوصاً جبکہ وہ قول دلیل صریح صحیح سے مؤید بھی ہو۔ اس لئے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنا مذہب حنفی کے مقررہ اصول کے خلاف ہے اور صریح صحیح دلیل موجود ہونے کی وجہ سے خلاف دیانت بھی ہے۔ [اصلاح الرسوم، ص: ۴۳]

خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس کا ثبوت یقینی نہیں۔ پھر اس قول سے احتمال رجوع بھی قوی ہے ان دونوں باتوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو یہ ایک غیر مفتی بہ مرجوح قول ہے۔ [احسن الفتاوی، ص: ۳۷۱، ج: ۸]

جیسا کہ عامۃ المشائخ کا قول اس کے خلاف ہونا اوپر مذکور ہوا ہے۔ لہٰذا اس قول کا سہارا لینا قطعاً درست نہیں ہے۔ (داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام، ص: ۲۸ تا ۳۰، ط: مکتبہ عمر فاروق کراچی)

عورتوں کے لیے سیاہ خضاب استعمال کرنے کا حکم

سوال: کیا عورتوں کے لیے اپنے بالوں میں کالا رنگ یا کالی مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: احادیث میں سیاہ خضاب استعمال کرنے کی ممانعت صراحۃً وارد ہوئی ہے اس میں مرد و عورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے کسی کی تخصیص نہیں، بنا بریں عورتوں

کو سیاہ خضاب لگانا یا سیاہ مہندی استعمال کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر خضاب یا مہندی مکمل سیاہ نہ ہو بلکہ سیاہی مائل ہو تو اس کا استعمال جائز اور درست ہے۔ بعض مشائخ اور مفتی حضرات اجازت دیتے ہیں جن کا ذکر آخر میں آرہا ہے۔ اور تلبیس اور دھوکا دہی کے لیے ہو تو بالکل ناجائز ہے۔

سیاہ خضاب کی ممانعت میں چند احادیث ملاحظہ کیجیے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے:

(١) عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال: أتي بأبي قحافة يوم فتح مكة و رأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال رسول الله ﷺ: غيروا هذا بشيء، واجتنبوا السواد. (رواه مسلم: ٢/ ١٩٩، قديمي كتب خانه/ وأيضا أخرجه الإمام أحمد في مسنده، ١٤٤٠٢، والطبراني في الكبير، ٨٣٢٤، وابن ماجه، ٣٦٢٤، وابن أبي شيبة في مصنفه، ٢٥٥٠٢، وعبدالرزاق في مصنفه، ٢٠١٧٩، ابن بشران في أماليه، ٩٤٧)

(٢) وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لايريحون رائحة الجنة. (رواه ابو داؤد في سننه، ٤٢١٤، والنسائي في الكبرى، ٩٣٤٦، والبيهقي، ١٤٦٠١، وابو يعلى في مسنده، ٢٦٠٣، واحمد في مسنده، ٢٤٧٠)...الخ۔

امام نوویؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے:

ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة ويحرم خضابه بالسواد علی الأصح وقيل: يكره كراهة تنزيه

والمختار التحريم لقوله ﷺ: اجتنبوا السواد.... والأصح الأوفق للسنة ما قلمناه عن ملهبنا. (شرح النووي على مسلم: ٢/ ١٩٩ ط، قديمي)۔ ونقله عن الامام الملا علی القاری في مرقاة المفاتيح. (٨/ ٢٩١، و ٢٠٤)

مزید ملاحظہ ہو: (عمدة القاری: ١٥/ ٩٧، وبذل المجهود: ١٧/ ٩٩، واوجز المسالك: ١٧/ ٤٢، والتعليق الممجد: ٧/ ٣٩٢)

نیز فقہاء نے بھی مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

وفصل في المحيط بين الخضاب بالسواد قال عامة المشايخ: انه مكروه....و مذهبنا أن الصبغ بالحناء والوسمة حسن كما في الخانية. قال النوویؒ:... وتحريم خضابه بالسواد علی الاصح. (فتاوى الشامي: ٦/ ٧٥٦، سعيد)

مزید ملاحظہ ہو: (الفتاوى الهندية: ٥/ ٣٥٩، والمحيط البرهاني: ٦/ ١٢٢، الفصل الحادي والعشرون، والموسوعة الفقهية الكويتية: ١١/ ٣٥٠، وفتاوى محموديه: ١٩/ ٤٥٤، جامعه فاروقيه، وامداد الفتاوى: ٤/ ٢١٣، واحسن الفتاوى: ٨/ ٣٥٥)

آپ کے مسائل اور ان کا حل میں علامہ محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

بالوں کو کالا کرنا ناجائز ہے، مرد کے لیے بھی عورت کے لیے بھی، خواہ کسی دوائی سے کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ٨/ ٣٨٠، طبع جدید)

مزید ملاحظہ ہو: (امداد الفتاوی: ٣/ ٢١٨، ٢٢٠، وفتاوی محمودیہ: ١٩/ ٣٥٥، جامعہ فاروقیہ، وفتاوی رحیمیہ: ٥/ ٣٨٧، وکفایت المفتی: ٩/ ١٨٠)

بعض حضرات نے عورتوں کے لیے کالے خضاب کی اجازت دی ہے۔ ملاحظہ ہو تکملہ فتح الملہم میں ہے:

أما خضاب المرأة شعرها لتتزين لزوجها، فقد أجازه قتادة، كما أخرج عنه عبدالرزاق في مصنفه (۱۱/ ۱۵۱) وكذلك أجازه اسحاق فيما حكى عنه ابن قدامة في المغني (۱/ ۷۶) ولم أره بهذا التصريح عند غيرهما، والله أعلم. (تكملة فتح الملهم: ٤/ ١٥٠)

حضرت گنگوہیؒ نے بھی مرد کی قید لگائی ہے، معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے درست ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

سیاہ خضاب مرد کو درست نہیں ہے کسی وجہ سے بھی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص: ۵۸۴)

مفتی تقی صاحب نے بھی جائز فرمایا ہے۔ چنانچہ عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل میں مرقوم ہے:

عورت کے لیے کالے خضاب کا استعمال درست ہے۔ (عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل اور ان کا حل ۲/ ۳۹۸)

لیکن احادیث اور شراح اور اکثر فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں ناجائز معلوم ہوتا ہے اور یہی مختار اور صحیح قول ہے، کیونکہ علامہ شامیؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے کہ فقہاء کے مختلف اقوال میں سے اوفق بالحدیث قول لیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو فتاوی الشامی میں ہے:

ولا ينبغي أن يعدل عن الدراية اذا وافقتها رواية على ما تقدم عن فتاوى قاضي خان. (فتاوى الشامي: ١/ ٤٦٤، سعيد)۔ والله سبحانه وتعالى

اعلم۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۴۱۳ تا ۴۱۶، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

عورتوں کے لیے سیاہ مہندی لگانے کا حکم

سوال: کیا عورتوں کے لیے ہاتھ، پیر اور ناخن پر سیاہ رنگ کی مہندی لگانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب: عورتوں کے لیے مہندی لگانا بہتر اور مستحب ہے، لیکن سرخ یا سرخی مائل ہونی چاہیے، سیاہ مہندی کی صراحت کسی کتاب میں نہیں ملی اس لیے اس سے بچنا چاہیے، نیز ہاتھوں اور پیروں میں کالا رنگ طبیعت سلیمہ کے نزدیک پسندیدہ بھی نہیں ہے، کہیں یہ مثلہ اور عیب نہ بن جائے، ہاں اگر کسی علاقہ میں یہ زینت سمجھی جاتی ہو تو گنجائش ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ شامی میں ہے:

وفي البحر الزاخر: ويكره للانسان ان يخضب يديه ورجليه وكذا الصبي الا لحاجة، بناية، ولا بأس به للنساء. (فتاوى الشامي: ٦/ ٣٦٢، سعيد)(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ٤/ ١٨٢، ط، كوئته، والجوهرة النيرة: ٢/ ٣٨٣، امداديه ملتان)

وفي الفتاوى الهندية: ولا ينبغي أن يخضب يديه الصبي الذكر ورجله الا عند الحاجة ويجوز ذلك للنساء كذا في الينابيع. (الفتاوى الهندية: ٥/ ٣٥٩)

وفي البحر الرائق: ولا بأس للنساء بخضاب اليد والرجل مالم

یکن خضاب فیه تماثیل. (البحر الرائق: ۸/ ۲۰۸، بیروت) (وکذا فی تحفة الملوک، ص: ۲۲۷، رقم المسئلة: ۲۸۸)

آپ کے مسائل اور ان کا حل میں ہے:

ہاتھوں میں مہندی لگانا عورتوں کے لیے درست ہے۔[آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸/ ۳۷۹، طبع جدید]۔ (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۳۴۷، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

سیاہ مہندی اور خضاب کا استعمال

سوال: میں سر اور داڑھی کے بالوں کو کالی مہندی سے سیاہ کرتا ہوں، یہ پوڈر کی شکل میں ملتی ہے اور پانی ملا کر لگائی جاتی ہے۔ برائے کرم آپ رہنمائی فرمائیں کہ بالوں کو سیاہ رنگنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: بالوں کو کالا کرنا خواہ خضاب کی صورت میں ہو، یا کالی مہندی سے، مکروہ تحریمی یعنی حرام اور ناجائز ہے۔ ہاں البتہ مہندی یا براؤن رنگ کو لگانا جائز ہے۔ بالکل سیاہ کرنا ناجائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۸، ص: ۳۴۰)

مجاہدین کیلئے سیاہ خضاب کا حکم

سوال: مجاہد کے بال سفید ہو گئے ہوں تو جہاد میں جاتے وقت دشمن پر رعب ڈالنے کی غرض سے سیاہ خضاب استعمال کر سکتے ہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: دشمن پر رعب ڈالنے کی غرض سے جہاد کے موقع پر سیاہ خضاب کا

استعمال بالاتفاق محمود و مستحسن ہے۔ قال فی الذخیرة: اما الخضاب بالسواد للغزو لیکون اھیب فی عین العدو فھو محمود بالاتفاق وان یزین نفسه للنساء مکروه وعلیه عامة المشایخ. [فتاوی شامی ص: ۴۲۲، ج: ۶]

وغیروا ھذا الشیب واجتنبوا السواد قال الحموی ھذا فی حق غیر الغزاة ولایحرم فی حقھم للارھاب. [فتاوی شامی ص: ۷۴۶ ج: ۶]۔ (داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام، ص: ۲۷، ط، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

دھوکہ دہی کیلئے خضاب کا استعمال

سوال: مرد و عورت کا ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کیلئے سیاہ خضاب کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرد ہو یا عورت دھوکہ سے اپنے کو جوان ظاہر کرنے کیلئے سیاہ خضاب کا استعمال بالاتفاق مشائخ و علماء مجتہدین ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ دھوکہ دینا فی نفسہ حرام ہے اور نفاق کی علامت ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

من غشنا فلیس منا والمکر والخداع فی النار. رواه الطبرانی فی الکبیر والصغیر باسناد جید.

یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں اور مکر و فریب جہنم میں ہے۔ [الطبرانی]

مطلب یہ ہے کہ دھوکہ دہی ایک مسلمان سے بعید ہے۔ (داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام، ص: ۲۸، ط، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

سیاہ خضاب تیار کرنا

سوال: کیا شرعاً سیاہ خضاب تیار کرنا جائز ہے جبکہ اس کا استعمال حرام ہے؟

جواب: سیاہ خضاب تیار کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے اس لئے کہ ایک محل اس کے جواز کا بھی موجود ہے۔ یعنی دشمن پر ہیبت بیٹھانے کیلئے مجاہدین استعمال کریں۔ البتہ بنانا، بیچنا خلاف اولیٰ ہے مگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں جس کے متعلق یقین ہو کہ ناجائز طور پر استعمال کرے گا۔ کما فی رد المحتار وغیرہ۔ [احسن الفتاویٰ، ص: ۳۷۴، ج: ۸]۔ (داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام، ص: ۳۰، ۳۱، ط، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

یورپ والوں کا خضاب

جن ممالک میں مردوں اور عورتوں کے بال بھورے ہوتے ہیں نہ کہ سیاہ، جیسے یوروپ وغیرہ وہاں سفید بال میں سنہرے یا بھورے خضاب کا استعمال بھی اسی طرح مکروہ ہوگا، جیسے ایشیا، افریقہ وغیرہ میں سیاہ خضاب کا استعمال، کیونکہ جیسے سیاہ خضاب مشرقی ملکوں میں تلبیس اور دھوکہ کا باعث ہے، اسی طرح سنہرا رنگ مغربی ملکوں میں تلبیس کا باعث ہوتا ہے۔

لہٰذا جب سیاہ خضاب کے ممانعت خداع اور تلبیس سے روکنا ہے تو یوروپ وغیرہ ممالک میں سنہرے رنگ کے خضاب سے بچنا لازم ہوگا۔ (سیاہ خضاب احکام ومسائل، ص: ۴۸)

خضابی کنگھی

بالوں میں خضاب کے لیے اب بازاروں میں خضابی کنگھی دستیاب ہیں، جن کے اندرونی حصے میں مختلف رنگ کے کیمیکل بھرے جاتے ہیں اور آسانی سے مطلوبہ بالوں میں لگ جاتے ہیں۔ ان کنگھیوں کے استعمال کا بھی وہی حکم ہے جو خضاب کا ہے کہ سیاہ خضابی کنگھی ممنوع ہوگی اور دوسرے رنگ کی خضابی کنگھی کے استعمال کی اجازت ہوگی۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: جو حکم سیاہ خضاب کا ہے وہی سیاہ خضابی کنگھی کا ہے، جو اس زمانے میں ایجاد ہوتی ہے، جس طرح دوسرے رنگ کے خضابوں کا استعمال درست ہے اسی طرح اسی رنگ کی خضابی کنگھی کا استعمال بھی درست ہے۔ (سیاہ خضاب احکام ومسائل، ص: ۶۴، ۶۵)

خضاب کا رنگ

خضاب کا رنگ کیا ہو؟ سیاہ رنگ کو مستثنیٰ کر کے کسی خاص رنگ کی تحدید نہیں، تاہم حدیث میں تین رنگ کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے، ایک مہندی کا خضاب، دوسرے "کتم" کا جو سیاہی مائل ہوتا ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو بہترین خضاب قرار دیا ہے "افضل ما غیرتم به الشمط الحناء والکتم" تیسرے زرد رنگ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول زرد خضاب کا تھا اور روایت فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کو بھی یہی رنگ سب سے زیادہ محبوب تھا، امام نوویؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ اکثر سلف زرد خضاب کو پسند کرتے تھے، صحابہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور بعض اور صحابہ سے بھی یہی منقول ہے اور

ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی زرد خضاب کے استعمال کی ہے، اسی طرح ان تین رنگوں کے علاوہ بعض صحابہ سے زعفرانی خضاب کا استعمال بھی مروی ہے، خضاب کے استعمال کا جو حکم مردوں کے لئے ہے وہی عورتوں کے لئے بھی ہے (۳۲)۔

(قاموس الفقہ، ج: ۳، ص: ۳۳۰، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

خضاب کا رنگ: کالے رنگ کا خضاب ناجائز ہے اس کے علاوہ کی اجازت ہے تاہم حدیث شریف میں چار قسم کے خضاب کا تذکرہ ملتا ہے:

(۱) مہندی کا خضاب۔

(۲) کتم کا خضاب: کتم ایک پودہ ہے جس کا رنگ سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے۔

---

(۳۲) فی الموسوعة الفقهية: واختضب جماعة من الصحابة والتابعين ومن بعدهم للأحاديث الواردة في ذلك. ثم قد كان أكثرهم يختضب بالصفرة، منهم ابن عمر وابوهريرة، واختضب جماعة منهم بالحناء والكتم، وبعضهم بالزعفران...الخ.

اتفق الفقهاء على أن تغيير الشيب بالحناء أو نحوه مستحب للمرأة كما هو مستحب للرجل، للأخبار الصحيحة في ذلك. (الموسوعة الفقهية، ج: ۲، ص: ۲۷۸، ۲۸۱)

بعض صحابہ کرامؓ دونوں کو ملا کر خضاب کیا کرتے تھے تاکہ بال کالے اور سرخ کے درمیان ہو جائیں۔ ان دونوں خضاب کا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ: ان أحسن ما غيرتم به الشيب الحناء والكتم. [رواه ابن ماجه، ص: ۲۵۸، والنسائي: ۲/ ۲۷۷، ۲۷۸]

(۳) زرد رنگ کا خضاب: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول زرد رنگ کے خضاب کے استعمال کا تھا، اور نبی اکرمﷺ بھی زرد رنگ استعمال فرماتے تھے۔ اور آپ کو یہ رنگ تمام رنگوں میں زیادہ پسندیدہ تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

عن زيد بن أسلم قال: رأيت ابن عمر رضي الله عنهما يصفر لحيته بالخلوق فقلت: يا أبا عبدالرحمن انك تصفر لحيتك بالخلوق قال: اني رأيت رسول اللهﷺ يصفر بها لحيته ولم يكن شيء من الصبغ أحب اليه منها ولقد كان يصبغ بها ثيابه كلها حتى عمامته. [سنن النسائي: ۲/ ۲۷۸، وسنن ابي داؤد: ۲/ ۵٦۲]

وفي الصحيح للامام البخاري: وأما الصفرة فاني رأيت رسول اللهﷺ يصبغ بها، فأنا أحب أن أصبغ بها. [صحيح البخاري: ۱/ ۲۸]

چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی زرد رنگ کا خضاب استعمال فرماتے تھے۔ چند کے اسماء درج ذیل ملاحظہ کیجئے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ

عنہ، حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: [المصنف لابن أبي شيبة: ١٢/ ٥٥٧، ٥٦٠، ط، المجلس العلمی]

(۴) زعفرانی رنگ کا خضاب۔

وفي شرح صحيح مسلم للإمام النوويؒ: وخضب بعضهم بالزعفران. [٢/ ١٩٩]

وفي سنن أبي داؤد: عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبيﷺ كان يلبس النعال السبتية ويصفر لحيته بالورس والزعفران. [سنن أبي داؤد: ٢/ ٥٩٠]

لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ احناف کے نزدیک مرد کے لیے زعفرانی رنگ کا خضاب استعمال کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ صحیح احادیث میں مرد کے لیے زعفرانی رنگ کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو:

عن أنس رضي الله عنه قال: نهى رسول اللهﷺ أن يتزعفر الرجل. متفق عليه. [صحيح البخاري: ٢/ ٨٧٩، والصحيح المسلم: ٢/ ١٩٨]

قال العلامة العينيؒ: وكره أبو حنيفةؒ والشافعيؒ وأصحابهما أن يصبغ الرجل ثيابه أو لحيته بالزعفران. [عمدة القاري: ١٤/ ١١١]

وقال الملا علي القاريؒ: أن يتزعفر أي يستعمل الزعفران في

ثوبه وبدنه، لأنه عادة النساء. [مرقاة المفاتيح: ٨/ ٢٩٧]

ہاں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زعفران استعمال کرنا مروی ہے، وہ قبل النہی تھا۔ یا ان کو نسخ کا علم نہیں ہوا تھا۔

یا زعفران کا رنگ تھا مگر خوشبو زائل ہوگئی تھی اور مرد کے لیے رنگ و بو دونوں کا جمع کرنا منع ہے صرف زرد رنگ باقی ہو تو یہ منع نہیں۔ راجع: [عمدۃ القاری للعلامہ بدر الدین العینی]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۴۲۲، ۴۲۳، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

براؤن (بھورا)، سرخ و زرد کلر بالوں میں استعمال کرنا

آج کل بازاروں میں سفید بالوں کو رنگنے اور کلرفل بنانے کے لیے مختلف چیزیں دستیاب ہیں، جن میں مہندیاں تو عام ہیں، البتہ کچھ کلر بھی ہیں، مثلاً ڈارک بلیک نمبر ۱۲، ڈارک براؤن ۳۰ر (بھورا رنگ)، اور دیگر ہیئر ڈائیز وغیرہ، تو جن مہندیوں اور کلروں سے بال سیاہ ہوتے ہیں، اُن کا استعمال ناجائز ہے، البتہ ان کے علاوہ کلر جیسے، براؤن (بھورا)، سرخ، زرد، سبز یا مائل بسرخ، ان کے استعمال کی اجازت، بشرطیکہ اس کلر کو استعمال کرنے سے بالوں پر تہہ نہ جمتی ہو، اور نہ وہ بالوں تک پانی کے پہنچنے کو مانع ہو، اور اگر اس کے استعمال سے بالوں پر تہہ جم جاتی ہو، یعنی پرت چڑھ جاتی ہو، تو اس کا استعمال درست نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ صحتِ وضو اور غسل کے لیے مانع ہے۔ (المسائل المہمہ، کتاب اللباس والحجاب، ج: ۹، ص: ۲۹۷)

جدید ہیئر کلر کا حکم

آج کل ہیئر کلر کے نام سے جو مہندی کا رنگ آ رہا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جو ہیئر کلر بالوں کو خالص سیاہ کردیں نہ صرف مکروہ تحریمی ہے بلکہ بروئے حدیث باعث لعنت اور جنت سے محرومی کا سبب بھی ہے۔ البتہ جو ہیئر کلر بالوں کو خالص سیاہ نہیں کرتے بلکہ سیاہی مائل بسرخ کرتے ہیں ان کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔

واضح رہے کہ یہ اس ہیئر کلر کا حکم جن میں حرام اشیاء نہ ہوں اگر حرام اشیاء ہوں تو ان کا استعمال مطلق حرام ہے خواہ بالوں کو خالص سیاہ کریں یا نہ کریں۔ [ماخوذ از خضاب کا شرعی حکم، فتویٰ دار الافتاء، بنوری ٹاؤن]۔ (داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام، ص: ٣٠، ط، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

عورت کے لئے مہندی لگانا مستحب ہے

سوال: کیا مہندی لگانا سنت ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے ہاتھ بغیر مہندی کے ہوں تو مردوں سے مشابہت ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب: عورت کا ہاتھوں پر مہندی لگانا سنت ہے، نہ لگانے سے مردوں سے مشابہت ہوتی ہے، اس لئے خالی ہاتھ رہنا مکروہ ہے۔

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها ان هندا بنت عتبة قالت یا نبی اللّٰہ بایعنی فقال لاابایعک حتی تغیری کفیک فکانما کفا سبع رواہ ابو داؤد.

وعنها قالت اومت امرأة من وراء ستر بیدها کتاب الی رسول اللّٰہ ﷺ فقبض النبی یدہ فقال ما ادری اید رجل ام ید امرأة قالت بل ید امرأة قال لو کنت امرأة لغیرت اظفارک یعنی بالحناء رواہ ابو داؤد والنسائی. [مشکوة، ص: ٣٨٣]

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما قال لعن النبی ﷺ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال واخرجوهم من بیوتکم رواہ البخاری.

قال العلامة علی القاری رحمه اللّٰہ تعالٰی: (اخرجوکم من بیوتکم) ای من مساکنکم او من بلدکم، فی شرح السنة: روی عن ابی هریرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ان النبی ﷺ اتی بمخنث قد خضب یدیه و رجلیه بالحناء فامربه فنفی الی النقیع، ففی شرعة الاسلام: الحناء سنة للنساء و یکرہ لغیرهن من الرجال الا ان یکون لعذر لانه تشبه بهن، مفهومه ان تخلیة النساء عن الحناء مطلقا مکروہ ایضا لتشبهن بالرجال وهو مکروہ اهـ. [المرقاة، ص: ٢١٧، ج: ٨]۔(احسن الفتاوی، ج: ٩، ص: ٦٧، ٦٨، ط، ایچ ایم سعید)

پیروں پر مہندی لگانے کا حکم

سوال: کیا پیروں پر مہندی لگانا ہندوانہ رسم ہے؟ کیا فقہ کی کتاب میں کوئی جزئیہ ایسا ہے جو اس کو منع کرتا ہو؟ براہ کرم جواب دے کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

الجواب: عورتوں کے لیے پیروں پر مہندی لگانا جائز اور درست ہے، یہ کوئی ہندوانہ رسم نہیں ہے اور نہ ہندوؤں کے ساتھ خاص ہے بلکہ زیب وزینت کے قبیل سے ہے اور عورتوں کو اس کی اجازت ہے۔

ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

وأما خضب اليدين والرجلين فيستحب في حق النساء ويحرم في حق الرجال الا للتداوي. [مرقاة المفاتيح: ٨/ ٣٠٤، مكتبه امداديه]

وفي الجوهرة النيرة: ويكره للانسان أن يخضب يديه ورجليه بالحناء وكذلك الصبي ولابأس به للنساء. [الجوهرة النيرة، ص: ٣٨٣، مكتبه امداديه]

[وكذا في فتاوى الشامي: ٦/ ٣٦٢، فصل في اللبس، سعيد]

کتاب الفتاویٰ میں ہے:

شریعت نے عورتوں کو اجازت دی ہے کہ وہ زیبائش وآرائش کی جگہ جیسے ہاتھ، پیر، گلا، سینہ وغیرہ میں زینت اختیار کریں، لہذا پاؤں میں مہندی لگانا درست ہے.....اور اسے نہ تو سنت کہیں گے اور نہ بدعت بلکہ مباح، یعنی یہ امور ان میں سے ہیں جنہیں اختیار کرنا جائز ہے۔ [کتاب الفتاویٰ: ۶/ ۸۷]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا، ج: ۷، ص: ۴۴۶، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

سر، داڑھی، ہاتھ، پیر میں مہندی لگانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: کہ مہندی لگانا سر یا داڑھی کے بالوں میں اور ہاتھ پیر میں جائز ہے یا نہیں؟

(۲): یہ کہ عورت کو بالوں میں مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: مردوں کو سر یا داڑھی کے بالوں میں مہندی لگانا جائز ہے۔

عن ابن سيرين قال: سئل أنسؓ هل خضب رسول اللهﷺ؟ قال: انه لم يكن رأى من الشيب الا قال ابن ادريس كان يقلله وقد خضب أبو بكرؓ وعمرؓ بالحناء والكتم. [صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب شيبهﷺ، النسخة الهندية ٢/ ٢٥٨، بيت الأفكار رقم: ٢٣٤١]

و ورد أن أبا بكرؓ خضب بالحناء والكتم. [شامي، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، كوئله ٥/ ٢٩٩، كراچي ٦/ ٤٢٢، زكريا ٩/ ٦٠٥، كفايت المفتي ٩/ ١٧٢، جديد زكريا مطول ١٢/ ٣٤٤]

مردوں کو ہاتھ اور پیر میں مہندی لگانا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

لايديه ورجليه، فانه مكروه للتشبه بالنساء. [شامي، مطبوعة، كوئله ٥/ ٢٢٩، كراچي ٦/ ٦٠٤، أوجز المسالك، باب ماجاء في صبغ الشعر، قديم ٦/ ٣٣٤، فتاوى احياء العلوم ١/ ٢٧٠، فتاوى محموديه ١/ ١٥٥، جديد ڈابهيل ١١/ ٢١٤، فتاوى رشيديه قديم ٥٨٨، جديد زكريا ٥٧٩]

(۴): اگر شوہر کو یہی پسند ہے تو جائز ہے۔

استحباب خضاب الشيب للرجل، والمرأة بصفرة، أو حمرة.

[أوجز المسالك قديم ٦/ ٣٣٥] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاوی قاسمیہ، ج: ۹، ۵۰۵، ۵۱۰، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند/ الدر المنضود، ج: ٦، ص: ۱۷۷، ط، مکتبہ الشیخ کراچی)

ہیئر ڈریسنگ سیلون والوں کا خضاب لگانا

مسئلہ: بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہیئر ڈریسنگ سیلون، یعنی اصلاح گیسو کی دکان چلاتے ہیں، اُس دکان میں ایسے لوگ آتے ہیں جو خضاب لگایا کرتے ہیں، بعض مہندی لگانے کو کہتے ہیں، اور بعض لوگ سیاہ خضاب، یعنی سفید بالوں کو کالا کرنے کو کہتے ہیں، جو شرعاً منع ہے، اگر ہم اُن کو سیاہ خضاب نہ کریں، تو وہ ہمارے ہاں بال بھی نہیں کٹائیں گے، پھر ہمارا نقصان ہوگا، اور کاروبار بھی نہیں چلے گا، تو ہم اس صورت میں کیا کریں؟ تو جواباً عرض ہے کہ بالوں میں مہندی لگانا جائز ہے، اور سیاہ خضاب لگانا مکروہ تحریمی ہے، حدیث پاک میں اس کی ممانعت آئی ہے، البتہ سیاہی مائل سُرخ، بُھورے، یا چاکلیٹی رنگ کے خضاب لگا سکتے ہیں، بشرطیکہ اُن کے لگانے سے بالوں پر تہہ نہ جمتی ہو، جو بالوں تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہو، اس لیے ہیئر ڈریسنگ سیلون چلانے والے حضرات سیاہ خضاب لگانے سے بچیں، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، اللہ نقصان کو اضافہ کے ساتھ پورا کردے گا، نیز اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ ہیئر ڈریسنگ سیلون والے سیاہ خضاب لگانے والوں سے کہیں کہ: ہمارے پاس سیاہ خضاب نہیں ہے، اگر اس کے بجائے آپ

فلاں کلر استعمال کریں، تو آپ کو موزوں محسوس ہوگا، اس طرح شرعاً ہیئر سیلون والے بھی ایک گناہ سے بچ جائیں گے۔ (المسائل المہمہ، ج: ۸، ص: ۳۰۵، ۳۰۶)

ماخذومراجع

۱)۔ **احکام القرآن**۔ للعلامۃ أبی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ۔

۲)۔ **حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر القاضی البیضاوی**۔ للعلامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفیؒ۔

۳)۔ **الدرالمنثور فی التفسیر بالمأثور**۔ لجلال الدین السیوطیؒ۔

۴)۔ **صحیح البخاری**۔ للامام أبی عبداللّٰہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفیؒ۔

۵)۔ **صحیح المسلم**۔ للامام أبی الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوریؒ۔

۶)۔ **سنن نسائی**۔ للامام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائیؒ۔

۷)۔ **سنن أبی داؤد**۔ للامام أبی داؤد سلیمان بن الأشعث بن اسحاق الازدی السجستانیؒ۔

۸)۔ **جامع الترمذی**۔ للامام أبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ۔

۹)۔ **سنن ابن ماجۃ**۔ للامام أبی عبداللّٰہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ۔

۱۰)۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**۔ للحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الہیثمیؒ۔

۱۱)۔ **المعجم الکبیر للطبرانی**۔ للحافظ أبی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ۔

۱۲)۔ **مشکوۃ المصابیح**۔ للعلامۃ محمد بن عبداللّٰہ الخطیب التبریزیؒ۔

۱۳)۔ **عمدۃ القاری**۔ للعلامۃ بدرالدین أبی محمد محمود بن أحمد العینی الحنفیؒ۔

۱۴)۔ **فتح الباری**۔ للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔

۱۵)۔ **شرح صحیح البخاری لابن بطال**۔ للعلامۃ أبی الحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبیؒ۔

۱۶)۔ **التوضیح لشرح الجامع الصحیح**۔ للعلامۃ سراج الدین أبی حفص عمر بن علی بن احمد الأنصاری الشافعیؒ۔

۱۷)۔ **منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری**۔ للعلامہ حمزہ محمد قاسمؒ۔

۱۸)۔ **فیض الباری علی صحیح البخاری**۔ للامام العصر العلامۃ محمد انور الکشمیریؒ۔

۱۹)۔ **حاشیۃ البدر الساری الی فیض الباری**۔ للعلامہ محمد بدر عالم المیرٹھی

۲۰)۔ **نصر الباری**۔ للعلامۃ محمد عثمان غنی۔

۲۱)۔ **تحفۃ القاری**۔ لشیخ الحدیث سعید احمد پالنپوریؒ۔

۲۲)۔ **المنہاج شرح المسلم للنووی**۔ للعلامۃ أبی زکریا محی الدین بن شرف النوویؒ۔

۲۳)۔ **موسوعۃ فتح الملہم**۔ لشیخ الاسلام العلامۃ شبیر احمد العثمانیؒ۔

۲۴)۔ **تحفۃ المنعم شرح مسلم**۔ للمولانا فضل محمد۔

۲۵)۔ **ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ**۔ للعلامۃ محمد ابن الشیخ علی بن آدم الولوی۔

۲۶)۔ **بذل المجهود فی حل سنن أبي داؤد**۔ للعلامۃ خلیل احمد السهارنفوریؒ۔

۲۷)۔ **الدر المنضود علی سنن أبی داؤد**۔ للمولانا محمد عاقلؒ۔

۲۸)۔ **المنهل العذب المورود شرح سنن أبی داؤد**۔ للعلامۃ محمود محمد خطاب السبکیؒ۔

۲۹)۔ **عارضۃ الاحوذی بشرح الترمذی**۔ للحافظ ابن العربی المالکیؒ۔

۳۰)۔ **الکوکب الدری علی جامع الترمذی**۔ للعلامۃ رشید أحمد الکنکوهیؒ۔

۳۱)۔ **تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی**۔ لشیخ الحدیث العلامۃ سعید احمد پالنپوریؒ۔

۳۲)۔ **تحفۃ الأحوذی بشرح الترمذی**۔ للعلامۃ أبی العلی محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارکفوریؒ۔

۳۳)۔ **معارف الترمذی**۔ للمفتی محمد طارق۔

۳۴)۔ **خصائل نبوی شرح اردو شمائل ترمذی**۔ لشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندهلویؒ۔

۳۵)۔ **اوجز المسالک الیٰ مؤطا امام مالک**۔ لشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندهلویؒ۔

۳۶)۔ **المسالک فی شرح مؤطا امام مالک**۔ للعلامہ الحافظ ابن العربی المالکیؒ۔

۳۷)۔ **شرح زرقانی علی المؤطا**۔ للعلامۃ محمد الزرقانیؒ۔

۳۸)۔ **الاستذکار**۔ للحافظ أبی عمر یوسف بن عبداللّٰہ ابن محمد بن عبدالبر النمری الأندلسیؒ۔

۳۹)۔ **المنتقیٰ شرح مؤطا امام مالک**۔ للعلامہ ابی الولید سلیمان بن خلف الباجی المالکیؒ۔

۴۰)۔ **التعلیق علی المؤطا**۔ للعلامہ هشام بن احمد الوقشی الاندلسیؒ۔

۴۱)۔ **بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی**۔ للعلامہ احمد بن عبد الرحمان الشهیر بالساعاتیؒ۔

۴۲)۔ **نخب الافکار فی تنقیح مبانی الأخبار فی شرح معانی الآثار**۔ للعلامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینیؒ۔

۴۳)۔ **مرقاۃ المفاتیح**۔ للعلامۃ الشیخ علی بن سلطان محمد القاریؒ۔

۴۴)۔ **مرقاۃ المفاتیح مترجم**۔ للمولانا راؤ محمد ندیم۔

۴۵)۔ **مظاهر حق**۔ للعلامہ نواب محمد قطب الدین دهلویؒ

۴۶)۔ **توضیحات**۔ للمولانا فضل محمد۔

۴۷)۔ **التنویر شرح الجامع الصغیر**۔ للعلامة محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانیؒ۔

۴۸)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**۔ للعلامة محمد عبدالرؤف المناویؒ۔

۴۹)۔ **نیل الاوطار من اسرار منتقی الأخبار**۔ للعلامة محمد بن علی الشوکانیؒ۔

۵۰)۔ **الدین الخالص**۔ للعلامة محمود محمد خطاب السبکیؒ۔

۵۱)۔ **البدایة والنهایة**۔ للحافظ أبی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقیؒ۔

۵۲)۔ **اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة**۔ للعلامة جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطیؒ۔

۵۳)۔ **تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق**۔ للعلامة فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفیؒ۔

۵۴)۔ **حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق**۔ للعلامة احمد بن یونس الشلبی الحنفیؒ۔

۵۵)۔ **ردالمحتار**۔ للعلامة محمد امین بن عمر عابدین الشهیر بابن عابدینؒ۔

۵۶)۔ **حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار**۔ للعلامة سید احمد الطحطاویؒ۔

۵۷)۔ **الدر المختار**۔ للعلامة محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن الحنفی الحصکفیؒ۔

۵۸)۔ **ملتقی الابحر**۔ للعلامة ابراهیم بن محمد بن ابراهیم الحلبیؒ۔

۵۹)۔ **مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر**۔ للعلامة عبدالرحمٰن بن محمد الکلیبولیؒ۔

۶۰)۔ **سکب الانهر**۔ للعلامة محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن الحنفی الحصکفیؒ۔

۶۱)۔ **البحر الرائق**۔ للعلامة زین الدین بن ابراهیم بن محمد المعروف بابن نجیم المصری الحنفیؒ۔

۶۲)۔ **النهر الفائق**۔ للعلامة سراج الدین عمر بن ابراهیم ابن نجیمؒ۔

۶۳)۔ **المحیط البرهانی**۔ للعلامة ابی المعالی محمود بن احمد بن مازةؒ۔

۶۴)۔ **الفتاوی الخانیة**۔ للامام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانیؒ۔

۶۵)۔ **الفتاوی التاتارخانیة**۔ للعلامة فرید الدین عالم بن العلاء الدهلوی الهندیؒ۔

۶۶)۔ **الفتاوی البزازیة**۔ للعلامة حافظ الدین محمد بن محمد بن شهاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفیؒ۔

۶۷)۔ **الاختیار لتعلیل المختار**۔ للعلامة عبداللّٰه بن محمود بن مودود

الموصلی الحنفیؒ۔

۶۸)۔ **الفقہ الحنفی و أدلتہ**. لشیخ اسعد محمد الصاغرجیؒ۔

۶۹)۔ **الہدایۃ**. للامام برہان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر المرغینانیؒ۔

۷۰)۔ **الفتاوی العالمکیریہ**. للجنۃ من علماء الہند۔

۷۱)۔ **حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر**. للعلامۃ شمس الدین الشیخ محمد عرفہ الدسوقیؒ۔

۷۲)۔ **مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل**. للعلامۃ أبی عبداللّٰہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن المغربیؒ۔

۷۳)۔ حاشیۃ الشروانی علی تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج۔ للعلامۃ عبدالحمید الشروانیؒ۔

۷۴)۔ **مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی ألفاظ المنہاج**. للعلامۃ شمس الدین محمد بن الخطیب الشربینیؒ۔

۷۵)۔ **حواشی تحفۃ المنہاج بشرح المنہاج**. للعلامتین العلامۃ عبد الحمیدؒ الشروانی و العلامۃ احمد بن قاسمؒ۔

۷۶)۔ **المجموع شرح المہذب**. للعلامۃ أبی زکریا محی الدین بن شرف النوویؒ۔

۷۷)۔ **مطالب أولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی**. للعلامۃ مصطفی السیوطی الرحیبانیؒ۔

۷۸)۔ **فتح الملک العزیز بشرح الوجیز**. للعلامہ علی بن البہاء البغدادی الحنبلیؒ۔

۷۹)۔ **الاقناع فی فقہ الامام أحمد بن حنبل**. للعلامہ ابی النجا شرف الدین موسی الحنبلیؒ۔

۸۰)۔ **فقہ الدلیل شرح التسہیل**. للعلامہ ابی عبد اللّٰہ محمد بن علی ابسالار الحنبلیؒ۔

۸۱)۔ **الانصاف**. للعلامہ ابی الحسن علی بن سلیمان المرداویؒ۔

۸۲)۔ **معونۃ أولی النہی شرح المنتہی**. للعلامۃ محمد بن احمد بن عبدالعزیز الحنبلیؒ۔

۸۳)۔ **الشرح الکبیر**. للعلامۃ شمس الدین ابی الفرج احمد بن قدامۃؒ۔

۸۴)۔ **کتاب الفروع**. للعلامۃ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسیؒ۔

۸۵)۔ **الموسوعۃ الفقہیۃ**. للجنۃ علماء کویت۔

۸۶)۔ **احکام الطہارۃ**. للعلامہ ابو عمر دبیان بن محمد الدبیانؒ۔

۸۷)۔ **فتاوی رشیدیہ**. للعلامۃ رشید احمد الگنگوہیؒ۔

۸۸)۔ **باقیات فتاوی رشیدیہ**. للعلامۃ رشید احمد الگنگوہیؒ۔

۸۹)۔ **امداد الفتاوی**. لحکیم الامت محمد اشرف علی التھانویؒ۔

۹۰)۔ **عزیز الفتاوی**. للمفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندیؒ۔

۹۱)۔ **کفایۃ المفتی**. للمفتی کفایت اللّٰہ الدہلویؒ۔

۹۲)۔ **امداد الاحکام**. للعلامة ظفر احمد العثمانی التھانویؒ۔

۹۳)۔ **امداد المفتین**. للمفتی محمد شفیعؒ۔

۹۴)۔ **فتاوی محمودیہ**. للمفتی محمود حسن الگنگوھیؒ۔

۹۵)۔ **فتاوی مفتی محمودؒ**. للمفتی محمودؒ۔

۹۶)۔ **فتاوی قاسمیة**. للمفتی محمد شبیر القاسمی۔

۹۷)۔ **فتاوی حقانیہ**. لشیخ الحدیث عبدالحق الحقانیؒ۔

۹۸)۔ **فتاوی دار العلوم زکریا**. للمفتی رضاء الحق۔

۹۹)۔ **فتاوی رحیمیہ**. للمفتی عبدالرحیم اللاجفوریؒ۔

۱۰۰)۔ **خیر الفتاوی**. لشیخ الحدیث خیر محمد الجالندھریؒ۔

۱۰۱)۔ **فتاوی عثمانی**. للمفتی محمد تقی العثمانی۔

۱۰۲)۔ **احسن الفتاوی**. للعلامة رشید احمد اللدھیانویؒ۔

۱۰۳)۔ **منتخبات نظام الفتاوی**. للعلامة نظام الدین الاعظمیؒ۔

۱۰۴)۔ **آپ کے مسائل اور ان کا حل**. للمولانا محمد یوسف اللدھیانویؒ۔

۱۰۵)۔ **فتاوی دینیہ**. للمفتی اسماعیل الکشھولوی۔

۱۰۶)۔ **محمود الفتاوی**. للمفتی احمد الخانفوری۔

۱۰۷)۔ **فتاوی عثمانیہ**. للمفتی غلام الرحمٰن۔

۱۰۸)۔ **کتاب الفتاوی**. للمولانا خالد سیف اللّٰہ رحمانی۔

۱۰۹)۔ **ارشاد المفتین**. للمفتی حمید اللّٰہ جانؒ۔

۱۱۰)۔ **قاموس الفقه**. للمولانا خالد سیف اللّٰہ رحمانی۔

۱۱۱)۔ **کتاب النوازل**. للمفتی محمد سلمان المنصورفوری۔

۱۱۲)۔ **نوادر الفقه**. للعلامة محمد یونس الجونفوریؒ۔

۱۱۳)۔ **المسائل المهمة فیما ابتلت به العامة**. للمفتی محمد جعفر الملی الرحمانی۔

۱۱۴)۔ **میزان المسائل**. للمفتی اسامه القالنفوری۔

۱۱۵)۔ **وجوب اعفاء اللحیة**. لشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندھلویؒ۔

۱۱۶)۔ **اعلام الفتیة باحکام اللحیة**. للمولانا حفظ الرحمٰن الاعظمی الندوی۔

۱۱۷)۔ **ڈاڑھی کا شرعی حکم**. للمفتی محمد رضوان۔

۱۱۸)۔ **ڈاڑھی منڈانا گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مذاق اُڑانا کفر ہے**. لحکیم الامت مولانا اشرف علی التھانویؒ۔

۱۱۹)۔ **ڈاڑھی اور بالوں کے احکام**. للمفتی احسان اللّٰہ الشائق۔

۱۲۰)۔ **ڈاڑھی ایک اسلامی شعار**. للمولانا عاشق الٰہی نور اللّٰہ مرقدہٗ۔

۱۲۱)۔ **ڈاڑھی کے مسائل**. للمولانا مختار احمد الندوی۔

۱۲۲)۔ **سیاہ خضاب احکام ومسائل**. للمفتی محمد زکریا احمد القاسمی۔

﴿مؤلف کی دیگر کتب ورسائل﴾

(١) فتاوی رشیدیہ پر دو جلدوں میں جدید مطول حاشیہ

(٢) الرسالة العالية في تحقيق الجماعة الثانية

(٣) مسائل جمعه للحنفي

(٤) سید البشر محمد رسول اللہ ﷺ کی سلسلۂ نسب کی مدلل تحقیق

(٥) ردالهماهم على حسن العمائم كطلوع الغمائم

(٦) القول التمام في رد من قال خلاف الامام

(٧) تبلیغی جماعت علمائے عرب وعجم کے آئینہ میں

(٨) معدنیات کا شرعی حکم

(٩) اجرت تراویح کا شرعی حکم

(١٠) نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

(١١) روزہ کی حالت میں انجکشن لگانے کا شرعی حکم

(١٢) پھلوں کی خرید وفروخت کے شرعی احکام